قرآن اور چہرۂ نفاق

سید احمد خاتمی

ترجمہ:

سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے"

قال رسول الله ﷺ: "انی تارک فیکم الثقلین، کتاب الله، وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلّوا ابدا وانهما لن یفترقا حتیٰ یردا علیّ الحوض".

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انہیں اختیار کئے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹، ۴/۳۶۶ و ۳۷۱، ۵/۱۸۲، اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۳/۱۰۹، ۱۴۸، ۵۳۳، وغیرہ)

قرآن اور چہرۂ نفاق

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔کراچی
شمارہ دیوی: ....
شمارہ ثبت: ....۸۹۵۱..........
تاریخ ثبت: ....۴/۷/۱۳۸۵..........

قرآن اور چہرۂ نفاق

سید احمد خاتمی

ترجمہ:

سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

نام کتاب: قرآن اور چہرۂ نفاق

مؤلف: سید احمد خاتمی

مترجم: سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

تصحیح: مرغوب عالم عسکری

نظر ثانی: فیروز حیدر فیضی

کمپوزنگ: سید شوذب علی نقوی

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت (ع)

طبع اول: ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء

تعداد: ۳۰۰۰

مطبع: اسراء

ISBN:964-529-036-8

www.ahl-ul-bayt.org

Info@ahl-ul-bayt.org

فہرست مطالب

حرف اوّل.. ۱۱

عرض مترجم.. ۱۵

مقدمہ مصنف.. ۱۹

فصل اوّل: نفاق کی اجمالی شناخت

نفاق شناسی کی ضرورت.. ۲۷

دشمن شناسی کی اہمیت.. ۲۷

قرآن میں نفاق اور منافقین.................................... ۳۱

نفاق کے لغوی و اصطلاحی معانی................................ ۳۷

لفظ نفاق کا ریشہ اور اسکی اصل................................ ۳۷

قرآن و احادیث میں نفاق کے معانی............................ ۳۹

اسلام میں وجود نفاق کی تاریخ................................. ۴۹

مشہور نظریہ.. ۴۹

مشہور نظریہ کی تحقیق.. ۵۵

مرض نفاق اور اس کے آثار..................................... ۵۸

فصل دوم: منافقین کی سیاسی خصائص

اغیار پرستی...۶۳

اغیار سے سیاسی روابط اور اسکے اصول وضوابط..............................۶۳

اصل اوّل: شناخت اغیار...۶۳

اصل دوم: دشمن کے مقابلہ میں ہوشیاری واقتدار کا حصول..........۷۴

اصل سوم: اغیار سے دوستی ومحبت کا ممنوع ہونا...........................۷۶

اصل چہارم: غیر حربی اغیار سے صلح آمیز روابط.........................۸۰

منافقین کا اغیار سے ارتباط اور طرز عمل......................................۸۳

اغیار سے منافقین کے روابط کا فلسفہ...۸۵

ولایت ستیزی...۹۵

ولایت نیز اسلام میں ولایت پذیری..۹۵

ولایت کے سلسلہ میں منافقین کی روش......................................۱۰۰

ولایت ستیزی کے عملی مناظر...۱۰۲

منافقین کی دوسری سیاسی خصوصیتیں.......................................۱۱۹

موقع پرست ہونا...۱۱۹

صاحبان غیرت دینی کی تحقیر...۱۳۰

وحدت اور ہمبستگی...۱۳۵

فتنہ پروری..۱۳۹
نفسیاتی جنگ کی ایجاد..۱۴۶
نفسیاتی جنگ کے حربے اور وسائل..۱۴۷

فصل سوم: منافقین کی نفسیاتی خصائص

منافقین کی نفسیاتی خصوصیتیں..۱۵۹
تکبر اور خود بینی..۱۵۹
خوف وہراس..۱۶۶
تشویش واضطراب..۱۷۰
لجاجت گری..۱۷۲
ضعف معنویت..۱۷۵
خواہشات نفس کی پیروی..۱۷۸
گناہ کی تاویل..۱۸۲

فصل چہارم: منافقین کی ثقافتی خصائص

خودی اور اپنائیت کا اظہار..۱۸۷
اظہار خودی کے لئے منافقین کی راہ وروش..۱۸۹
دینی یقینیات کی تضعیف..۲۰۳
شبہ کا القا..۲۱۰

فصل پنجم: منافقین کی اجتماعی و معاشرتی خصائص

اہل اصلاح و ایمان ہونے کی تشہیر..۲۲۱
معروف کی نہی اور منکر کا حکم..۲۲۳
بخیل ہونا..۲۲۵
صاحبان ایمان کی عیب جوئی اور استہزا..۲۲۷
خندہ زنی..۲۲۹
کینہ توزی..۲۳۱

فصل ششم: منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ و روش

روشن فکری و افشاگری..۲۳۵
نفاق کے حربے سے مقابلہ..۲۴۰
منافقین سے قاطعانہ برتاؤ..۲۴۶
مصادر و ماخذ..۲۴۹

حرف اوّل

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے مشعل حق لیکر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی ایک دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل، فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقاء بشریت کی ضرورت تھا۔

اس لئے تیئیس برس کے مختصر سے عرصے میں ہی اسلام کی عالم تاب

شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی اقدار کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام صرف جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذاہب عقل وآگاہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں یہی وجہ ہے ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگر چہ رسولؐ اسلام کی یہ گراں بہا میراث کو جس کی اہلبیت علیہم السلام اور ان کے پیرؤوں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے مرحوم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہلبیتؑ نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا، چودہ سو سال کے عرصہ میں بہت سے ایسے جلیل القدر علما اور دانشور دنیا، اسلام کو پیش کئے جنہوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے ہر دور اور زمانہ میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے۔

خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا

کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہلبیتؑ کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کیلئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کیلئے بے چین و بیتاب ہے۔

یہ زمانہ علمی و فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام (عالمی اہلبیت کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہلبیت عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے۔

موجودہ دنیاء بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے۔

ہمیں یقین ہے، عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہلبیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علم بردار خاندان نبوت و رسالت کی جاوداں میراث، اپنے صحیح خد و خال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق

وانسانیت کی دشمن، انانیت کی شکار، سامراجی خونخواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اورعصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو، امن ونجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصرؑ کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی وتحقیقی کوششوں کیلئے محققین ومصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مولفین ومترجمین کا ادنیٰ خدمت گار تصور کرے ہیں۔

زیر نظر کتاب، مکتب اہلبیت علیہم السلام کی ترویج واشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے فاضل علام حجۃ الاسلام والمسلمین ''سید احمد خاتمی'' کی گراں قدر کتاب قرآن اور چہرہ نفاق کو فاضل جلیل مولانا ''سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی'' نے اردو زبان میں اپنے قلم سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گذار اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔

اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت: مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام

بسمہ تعالیٰ

عرض مترجم

((نٓ والقلم و ما یسطرون))

ابراہیم زمن، شہنشاہیت شکن، حضرت امام خمینیؒ کی قیادت ورہبری میں رونما ہونے والا عظیم اسلامی انقلاب جس نے افکار شرق اور سیاست غرب کو تہ وبالا کر کے رکھدیا، جس نے عالم اسلام کو نئی حیات و وقار عطا کیا، اس انقلاب کی کامیابی کے بعد، اسلامی تہذیب وتمدن، فرہنگ وثقافت، افکار واخلاق کو اہل جہاں تک پہونچانے کیلئے، جہاں اور اہم اسلامی ادارے وجود میں آئے، مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام نے بھی صفحۂ ہستی پر قدم رکھا اس عالمی ادارہ کے بلند اغراض و مقاصد میں سے ایک، معارف اہلبیت اطہار علیہم السلام کے تشنگان کو سیراب کرنا ہے، اس مقدس ہدف ومقصد کو پایہ تکمیل پہنچانے کے لئے دنیا کی ہزاروں رائج زبانوں میں اہلبیت اطہار علیہم السلام کے افکار واخلاق، افعال وگفتار، رفتار وکردار کو

تحریری شکل میں پیش کیا جاتا ہے اسی رائج زبانوں میں ایک اردو بھی ہے، اس عالمی ادارے کی طرف سے اردو زبان میں اب تک قابل توجہ اعداد میں کتب شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

آپ کے پیش نظر کتاب ''قرآن اور چہرہ نفاق'' فارسی کتاب ''سیمای نفاق در قرآن'' کا اردو ترجمہ ہے، حقیر نے تمام ہمت کے ساتھ کوشش کی ہے کہ مطلب و مفہوم کتاب کو سادے، آسان، عام فہم الفاظ میں پیش کرے، غیر مانوس اور ذہن گریز کلمات سے پرہیز کیا گیا ہے۔

یہ کتاب موضوع نفاق پر ایک جامع و کامل دستاویز ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ کتاب صاحبان ایمان کی خدمت میں خصوصی ہدیہ ہے اس لئے کہ ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اجر رسالت کی ادائگی نہ ہو، اجر رسالت اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک اہلبیت اطہارؑ سے محبت و مودت نہ کی جائے (۱) ان حضرات سے محبت و مودت نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان کے دشمنوں کی شناخت کرتے ہوئے ان سے اور ان کے افعال و کردار سے نفرت نہ کی جائے، اور یہ ممکن ہی نہیں جب تک نفاق کی آشنائی کا حصول نہ ہو جائے، اس لئے کہ نفاق کی شناخت اہلبیتؑ اطہار کے دشمنوں کی شناخت ہے۔

اگر یہ نفاق نہ ہوتا تو امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کا حق غصب نہ کیا گیا

(۱)۔ سورہ شوریٰ/۲۳۔ ﴿ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی ﴾

ہوتا، ام ابیہا فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے شکم و بازو پر جلتا ہوا دروازہ نہ گرایا گیا ہوتا، قرۃ عین رسول اللہؐ امام حسن مجتبیٰؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش نہ ہوتی اور کربلا کے میدان میں ''حسین منی وانا من الحسین'' کا تن تنہا مصداق تین دن کا تشنہ لب شہید نہ کیا گیا ہوتا۔

اگر نفاق کے اقدامات نہ ہوتے تو آج کرۂ ارض کی وضعیت و کیفیت کچھ اور ہوتی، جہانی و عالمی معاشرے کا رنگ و روپ کچھ اور ہی ہوتا۔ آج عالم اسلامی کی ذلت و پستی اور اعداء اسلام کی پیش قدمی اس نفاق کے عملی اقدام کا نتیجہ ہے۔

شناخت نفاق کا ماحصل اہلبیتؑ کے دشمنوں کی شناخت ہے اور ان کے دشمنوں کی شناخت تبرا کے قالب میں جزء فروع دین ہے، فروع دین کے اجزا کی بجا آوری تکمیل ایمان کا سبب ہے۔

لہذا استاد محترم حجۃ الاسلام والمسلمین سید احمد خاتمی دام ظلہ العالی کی کتاب ''قرآن اور چہرۂ نفاق''، ایمان کو جلا، فکر کو مستحکم، عمل کو قوی، دائرہ ایمان کو وسیع کرنے کے لئے معاون و مددگار ثابت ہوگی استاد معظم نے دقیق مطالب، شائستہ انداز، زمان و مکان سے تطابق کرتے ہوئے جامع و کامل کتاب تحریر فرمائی ہے۔

آپ آشیانہ آل محمد علیہم السلام، مرکز تشیع، بستان علم، گلشن فقاہت، حوزہ علمیہ قم جمہوری اسلامی ایران کے ستارہ فروزان ہیں آپ کو علوم اسلامی میں تبحر حاصل ہے، علم اصول و فقہ و تفسیر قرآن کے ہزاروں تربیت کردہ آپ کے شاگرد

خدمات اسلام و قرآن انجام دے رہے ہیں۔

بہر حال بندہ کے لئے باعث افتخار ہے کہ ایسے عظیم المرتبت گراں قدر عالم و فاضل و جلیل کی کتاب کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، معانی و مفاہیم کو منتقل کرنے میں کتنا کامیاب رہا ہوں وہ تو قارئین ہی بتا سکتے ہیں البتہ اس کتاب کو ادبی محک سے نہ پرکھا جائے کیوں کہ کسی ادیب کے ذریعہ ترجمہ شدہ نہیں، لہذا خطا و غلطی کو دامن عفو میں جگہ دیں گے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

حوزہ علمیہ قم المقدسہ

جمہوری اسلامی ایران

بسمہ تعالی

مقدمہ مصنف

بصیرت ونظر، دینی معاشرے کے لئے بنیادی ترین معیار رشد وکمال ہے، دینی معاشرہ میں فضا سازی، طلاطم آفرینی، معرکہ آرائی، سخن اوّل نہیں ہوتے بلکہ سخن اوّل بصیرت ونظر ہے، دعوت حق کے لئے، بصیرت لازم ترین شرط ہے، اللہ کی طرف دعوت دہندگان کو چاہئے کہ خود کو اس صفت سے آراستہ کریں:

﴿قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتّبعنی﴾(۱)

آپ کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے، میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں، اور میرے ساتھ میرا اتباع کرنے والا بھی ہے۔

بصیرت ودانائی کثیر الجہت ومختلف زوایا کی حامل ہے، خدا، نبیؐ وامامؑ کی معرفت، قیامت کی شناخت اور وظائف سے آشنائی وغیرہ.....

---

(۱) سورہ یوسف/۱۰۸۔

دشمن کی معرفت و، اہم ترین زاویہ بصیرت پر مشتمل ہے، اس لئے کہ قرآن میں اکثر مقام پر خدا کی وحدانیت و عبودیت کی دعوت کے بعد یا اس کے قبل بلا فاصلہ، طاغوت سے انکار(۱) طاغوت سے پرہیز(۲) عبادت شیطان سے کنارہ کشی (۳) کی گفتگو ہے، کبھی دشمن شناختہ شدہ ہے، علی الاعلان، دشمنی کے بینر کو اٹھائے ہوتا ہے، اس صورت میں گرچہ دشمن سے ٹکرانے میں بہت سی مشکلات وسختی کا سامنا ہے، لیکن فریب واغوا کی صعوبتیں نہیں ہیں۔

لیکن کبھی دشمن ایسے لباس ایسے رسم ورواج میں ظہور پذیر ہوتا ہے، جسے سماج ومعاشرہ، مقدس سمجھتا ہے، مخالفت دین کا پرچم اٹھائے نہیں ہوتا، بلکہ اپنی منافقانہ رفتار و گفتار کے ذریعہ خود کو دین کا طرفدار ومروّج، دین کا پاسبان ونگہبان ظاہر کرتا ہے۔

اس حالت میں دشمن سے مبارزہ ومقابلہ کی سختی ومشکلات کے علاوہ دوسری مشکلات وصعوبتیں بھی عالم وجود میں آتی ہیں، جو اصل مقابلہ ومبارزہ سے کہیں زیادہ اور کئی برابر ہوتیں ہیں، اور وہ مشکلات عوام فریبی، اثر گذاری اپنے ہی فریق ودستہ پر ہوتی ہے۔

اسی بناپر امیر المومنین علی علیہ السلام کی ناکثین، قاسطین، مارقین سے حرب

---

(۱) سورہ بقرہ/۲۵۶۔

(۲) سورہ نحل/۳۶۔

(۳) سورہ یٰس/۶۰۔

وجنگ، ان جنگوں کی بہ نسبت سخت ترین ومشکل ترین تھی جو پیامبر عظیم الشانؐ نے بت پرستوں ومشرکوں سے کی تھی۔

اس لئے کہ مرسل اعظمؐ کے مدمقابل وہ گروہ تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد، لیکن امام علیؑ کا ان افراد سے مقابلہ تھا جن کو بہت سے جہادوں میں پیغمبرؐ کے ہم رکاب ہونے کا تمغہ حاصل تھا (۱) اور جانباز اسلام کہلاتے تھے (۲) ان افراد سے مقابلہ تھا جن کے درخشاں ماضی کو دیکھتے ہوئے پیامبرؐ اسلام نے تعریف وتمجید کی تھی (۳)

ان افراد سے مقابلہ تھا جن کی پیشانی پر کثرت عبادت وشب زندہ

---

(۱) جناب زبیر کے قتل کے بعد ان کی شمشیر کو امام علیؑ کے پاس لایا گیا امام نے فرمایا: "سیف طالما جلی الکرب عن وجہ رسول اللہ ﷺ" یہ وہ شمشیر ہے جسنے رسول خدا کے چہرہ سے ہزاروں غم کو دور کئے۔ (مروج الذھب۔ ج ۲ ص ۳۶۱ سفینۃ البحار کلمہ زبر)۔

(۲) جناب طلحہ، اکثر معرکے خصوصا احد وخندق میں پیغمبر اسلامؐ کے ہم رکاب وہم کارزار تھے جنگ احد میں سر پر ضرب لگنے سے شدید زخمی ومجروح بھی ہوئے تھے۔

(۳) جنگ خندق کے وقت جب پیمبرؐ اسلام نے مشرکوں کے حالات کی آگاہی کیلئے مجمع میں اس بات کا اعلان کیا، قریش میں سے کون ہے جو ان کی خبروں کو ہم تک پہنچائے جناب زبیر کھڑے ہوئے اور اپنی آمادگی کا اظہار کیا پیامبرؐ اسلام نے یہ سوال تین مرتبہ تکرار کیا اور تینوں مرتبہ جناب زبیر کھڑے ہوئے، آپ گئے اور مشرکوں کے حالات کی آگاہی پیامبرؐ اسلام کو دی، آپ نے ان کی فداکاری کو دیکھتے ہوئے فرمایا: ہر نبی کے لئے ناصر ومددگار رہیں اور میرے ناصر ومددگار زبیر ہیں (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۵۰)۔

داری کی وجہ سے نشان پڑ گئے تھے(۱) ان افراد سے مقابلہ تھا جن کی رات گئے قرائت قرآن کی دلنشین آواز کا جادو کمیل جیسی عظیم ہستی پر بھی اثر انداز ہو گیا تھا(۲)

حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ اس نوعیت کے دشمنوں سے تھا۔ ظاہری بات ہے ایسے دشمنوں سے معرکہ آرائی، ان کے حقیقی چہرے کی شناسائی علوی نگاہ وبصیرت کا کام ہے، جیسا کہ خود آپ نے نہج البلاغہ میں چند مقام پر اس کی تصریح بھی فرمائی ہے(۳)

اہم ترین زاویہ بصیرت ایسے دشمنوں کی شناخت ہے جسے قرآن کریم منافق کے نام سے یاد کرتا ہے۔

قرآن کریم میں نفاق کے رخ کا تعارف کرانے کے سلسلہ میں کفر سے کہیں زیادہ اہتمام کیا گیا ہے، اس لئے کہ اسلامی معاشرہ کے لئے خطرات ونقصان کافروں سے کہیں زیادہ منافقوں سے ہے۔

....

(۱) امام علی نے ابن عباس کو خوارج کی نصیحت کیلئے بھیجا آپ نے واپس آنے کے بعد خوارج کو ان الفاظ میں توصیف کی: ''لهم جباة قرحة لطول السجود و اید کثفنات الابل علیهم قمص مرخصة وهم مشمرون''، ان کی پیشانیوں پر کثرت عبادت سے گھٹے پڑے ہوئے ہیں حق کیلئے گرم وخشک زمین پر ہاتھ پیر رکھنے کی بنا پر اونٹ کے پیر کے مثل سخت ہو گئے ہیں، پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہیں لیکن قاطع وبا ارادہ انسان ہیں۔

(۲) بحار الانوار ج ۳۳ ص ۳۹۹، سفینۃ البحار کلمہ (کمل)۔

(۳) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰/۱۳۷/۹۳۔

خاص کر آج کے اسلامی وانقلابی معاشرہ کے لئے جس نے بحمد اللہ سربلندی کے ساتھ اسلامی انقلاب کی چھبیس ۲۶/ بہاروں کا مشاہدہ کر چکا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ خدا کے فضل وکرم اور پیامبر عظیم الشانؐ واہل البیتؑ اطہار کی ارواح طیبہ کے تصدق میں تمام مشکلات وزحمات کو حل کرتے ہوئے دینی حکومت ومعاشرت کا ایک عالی ترین وکامیاب ترین نمونہ ومعیار ثابت ہوگا۔

آج بیرونی دشمنوں کے ساتھ ساتھ اندرونی دشمن (منافقین) تمام قدرت وطاقت کے ساتھ سعی لا حاصل میں مصروف ہیں، کہ اسلامی معاشرے کو باور اور یقین کرادیں کہ دینی حکومت ونظام ناکام ہے، تاکہ پوری دنیا کے وہ افراد جو قلباً اس انقلاب سے وابستہ ہیں ان کو ناامید کرسکیں۔

اس سلسلہ میں اپنی تمام توانائی صرف کر چکے ہیں، جو کچھ قدرت واختیار میں تھا انجام دے چکے ہیں، اگر اب تک کسی کام کو انجام نہیں دیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انجام دینا نہ چاہتے ہوں بلکہ اس فعل کے عمل سے عاجز وناتوان ہیں۔

عظیم الشان اسلامی انقلاب کی اوائل کامیابی سے ہی کفر کا متحد گروہ خالص محمدیؐ اسلام کہ مقابل صف آرائی میں مشغول ہے، اور اس گروہ کی عداوت ابھی تک جاری ہے۔

اس جماعت کا اسلامی انقلاب کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان میں اتحاد ہی اتحاد ہے، بلکہ یہ گروہ اختلاف وافتراق کا مرکز ہے لیکن ان کا مشترک ہدف ومقصد اسلامی انقلاب سے مقابلہ کرنا ہے۔

احزاب کو اسلامی نظام سے ٹکرا دینا، بغیر درک وفہم کے قتل وغارت گری کا بازارگرم کرنا، ایران کی مسلمان ملت پر جنگ مسلط کرنا، ان کے مشترک اہداف و مقاصد کے کچھ نمونہ ہیں۔

اسلامی انقلاب کے کینہ پرور دشمنوں کا آخری حربہ انقلاب کی اصالت وبنیاد پر ثقافتی یورش کرنا ہے لیکن اب تک جس طریقہ سے ان کی سازشیں ناکام ہوتی رہی ہیں، خدا کے فضل وکرم سے یہ سازش بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گی۔

ان سازشوں کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں اہم ترین وسیلہ، نفاق ومنافقین کی روش وطرز عمل کی شناخت ہے، خوش قسمتی سے قرآن مجید اس سلسلہ میں عمیق، جامع، موزون مطالب ونکات کو پیش کر رہا ہے۔

خداوند عالم کے لطف وکرم سے امید کرتا ہوں کے یہ ناچیز کتاب، اسلامی معاشرہ کے لیے دینی بصیرت وبینائی کے اضافہ کا سبب بنے گی، انشاءاللہ

﴿بشر المنافقين بانّ لهم عذاباً اليماً﴾(۱)

آپ ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

سید احمد خاتمی

حوزہ علمیہ قم المقدسہ

جمہوری اسلامی ایران

....

(۱) سورہ نساء/۱۳۸۔

فصل اوّل

نفاق کی اجمالی شناخت

۱۔ نفاق شناسی کی ضرورت

۲۔ نفاق کی لغوی و اصطلاحی معانی

۳۔ اسلام میں نفاق کے وجود آنے کی تاریخ

نفاق کی اجمالی شناخت

نفاق شناسی کی ضرورت

دشمن شناسی کی اہمیت

صاحبان ایمان کے وظائف میں سے ایک اہم وظیفہ خصوصاً اسلامی نظام وقانون میں دشمن کی شناخت ومعرفت ہے۔

اس میں کوئی تردید نہیں کہ اسلامی نظام کو برقرار رکھنے اور اس کے استحکام، پائداری کے لئے اندرونی (داخلی) وبیرونی (خارجی) دشمنوں نیز، ان کے حملہ ور وسائل کی شناخت لازم وضروری ہے، دشمن اور ان کے مکروفریب کو پہچانے بغیر مبارزہ کا کوئی فائدہ نہیں، بعض اوقات دشمن کے سلسلہ میں کافی بصیرت وہوشیاری نہ ہونے کے سبب، انسان دشمن سے رہائی حاصل کرنے کے بجائے دشمن ہی کی آغوش

میں پہنچ جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر اقدام سے پہلے بصیرت وہوشیاری کو بنیادی شرط بتایا ہے، آپ فرماتے ہیں:

((العامل علی غیر بصیرة کالسائر علی غیر الطریق، لا یزیده سرعة السیر الا بعداً عن الطریق))(۱)

بغیر بصیرت وآگاہی کے عمل کو انجام دینے والا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کو بغیر پہچانے ہوئے چلنے والا، کہ اس صورت میں اصل ہدف ومقصد اور راہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسی ضرورت کی بنا پر قرآن میں پندرہ سو آیات سے زیادہ دشمن کی شناخت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، خداوند عالم ان آیات میں، مومنین اور نظام اسلامی کے مختلف دشمنوں کی (جن وانس میں سے) نشاندہی کی ہے نیز ان کی دشمنی کے انواع واقسام حربے اور ان سے مقابلہ کرنے کے طور وطریقہ کو بتایا ہے، اور اس بات کی مزید تاکید کی ہے کہ مسلمان ان سے دور رہیں اور برائت اختیار کریں:

﴿یاأیها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء﴾(۲)

اے صاحبان ایمان اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

---

(۱) اصول کافی، ج۱، ص۴۳۔

(۲) سورہ ممتحنہ ر۱۔

آیات قرآن کی بنا پر مومنین کے دشمنوں کو بنیادی طور پر چار نوع وگروہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نوع اوّل: شیطان اور اسکے اہل کار

﴿انّ الشیطان لکم عدو فاتخذوه عدوا﴾(۱)

یقیناً شیطان تم سب کا دشمن ہے، تم بھی اسے دشمن بنائے رکھو۔

بعض قرآن کی آیات میں، خداوند عالم نے انسان خصوصاً مومنین کے سلسلہ میں شیطان کے آشکار کینے اور دشمنی کو عدو مبین (آشکار دشمن) سے تعبیر کیا ہے، اللہ انسان کو منحرف کرنے والے شیطان کے مکر وفریب، حیلے کو شمار کرتے ہوئے، مومنین سے چاہتا ہے کے وہ شیطان کے راستے پر نہ چلیں۔

﴿یا ایها الذین آمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطان﴾(۲)

اے صاحبان ایمان شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

نوع دوّم: کفار

قرآن کی نظر میں مومنین کے دشمنوں میں ایک دشمن کفار ہیں۔

﴿انّ الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا ﴾(۳)

(۱) سورہ فاطر/۶۔

(۲) سورہ نور/۲۱۔

(۳) سورہ نساء/۱۰۱۔

کفار تمھارے آشکار وعیاں دشمن ہیں۔

نوع سوم: بعض اہل کتاب

صاحبان ایمان و اسلام کے دشمنوں میں بعض اہل کتاب خصوصاً یہودی دشمن ہیں، شہادت قرآن کے مطابق، صدر اسلام سے اب تک اسلام و مسلمان کے کینہ توز، عناد پسند دشمن یہودی رہے ہیں، قرآن ان سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کو منع کرتا ہے۔

﴿ لتجدنّ اشدّ الناس عداوة للذين آمنوا اليهود ﴾(۱)

یقیناً آپ مومنین کے سلسلہ میں شدید ترین دشمن یہود کو پائیں گے۔

نوع چہارم: منافقین

قرآن مجید نے منافقین کے اصلی خد و خال اور خصوصیت نیز ان کی خطرناک حرکتوں کو اجاگر کرنے کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام اور بندوبست کیا ہے، تین سو سے زیادہ آیات میں ان کے طرز عمل کو افشا کرتے ہوئے مقابلہ کرنے کی راہ اور طریقہ کو پیش کیا گیا ہے۔

یہ قرآنی آیتیں جو تیرہ سوروں کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں بحث حاضر، قرآن میں چہرۂ نفاق کا اصلی محور و موضوع ہیں۔

گر چہ اہل بیت اطہار علیہم السلام ارواحنا لھم الفداء کے زرین اقوال بھی

---

(۱) سورہ مائدہ/۸۲۔

روایات واحادیث کی شکل میں تناسب مباحث کے اعتبار سے پیش کئے جائیں گے۔

قرآن میں نفاق ومنافقین:

منافقین کی خصوصیت وصفات کی شناخت کے سلسلہ میں، قرآن اکثر مقام پر جوتاکید کررہا ہے وہ تاکید کفار کے سلسلہ میں نظر نہیں آتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار علی الاعلان، مومنین کے مدمقابل ہیں، اوراپنی عداوت خصومت کا اعلانیہ اظہار بھی کرتے ہیں، لیکن منافقین وہ دشمن ہیں جودوستی کا لباس پہن کر اپنی ہی صف میں مستقر ہوتے ہیں، اور اس طریقہ سے وہ شدید ترین نقصان اسلام اور مسلمین پر وارد کرتے ہیں، منافقین کا مخفیانہ وشاطرانہ طرز عمل ایک طرف ظواہر کے آراستگی دوسری طرف ،اس بات کا موجب بنتی ہے کہ سب سے پہلے ان کی شناخت کے لئے خاص بینائی وبصیرت چاہئے، دوسرے ان کا خطرہ وخوف آشکار دشمن سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”کن للعدو المکاتم اشدّ حذر منک للعدو المبارز“(۱)

آشکار وظاہر دشمن کی بہ نسبت باطن ومخفی دشمن سے بہت زیادہ ڈرو۔

آیت اللہ شہید مطہری، معاشرہ میں نفاق کے شدید خطرے نیز نفاق شناسی کی اہمیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

---

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۲۰، ص۳۱۱۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی نفاق کے خطرے اور نقصان جو کفر کے خطرے اور ضرر سے کہیں زیادہ وشدید تر ہے، تردید کا شکار ہو، اس لئے کہ نفاق ایک قسم کا کفر ہی ہے ، جو حجاب کے اندر ہے جب تک حجاب کی چلمن اٹھے اور اس کا مکروہ وزشت چہرہ عیاں ہو، تب تک نہ جانے کتنے لوگ دھوکے وفریب کے شکار اور گمراہ ہو چکے ہوں گے، کیوں مولائے کائنات امیر المومنین علیؑ کی پیش قدمی کی حالت، رسول اسلامؐ سے فرق رکھتی ہے، ہم شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام کا طریقہ کار، رسول اسلامؐ سے جدا نہیں ہے، کیوں پیامبر اسلامؐ کی پیش قدمی اتنی سریع ہے کہ ایک کے بعد ایک دشمن شکست سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں، لیکن جب مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام دشمنوں کے مد مقابل آتے ہیں، تو بہت ہی فشار ومشکلات میں گرفتار ہو جاتے ہیں، ان کو رسول اسلامؐ جیسی پیش رفت حاصل نہیں ہوتی، صرف یہی نہیں بلکہ بعض مواقع پر آپ کو دشمنوں سے شکست کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسا کیوں ہے؟!

صرف اس لئے کہ پیامبر عظیمؐ الشان کا مقابلہ کافروں سے تھا اور امیر المومنینؑ کا مقابلہ منافقین گروہ سے تھا(۱)

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱ سے استفادہ ہوتا ہے کہ کبھی چہرۂ نفاق اس قدر غازۂ ایمان سے آراستہ ہوتا ہے کہ پیامبر اسلامؐ کے لئے بھی عادی علم کے ذریعہ اس کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے، اللہ ہے جو وحی کے وسیلہ سے اس جماعت کا تعارف کراتا ہے۔

(۱) مسئلہ نفاق: بنا بر نقل نفاق یا کفر پنہان، ص ۵۲۔

﴿وممّن حو لكم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم سنعذّبهم مرّتين ثم يردّون الى عذاب عظيم﴾(۱)

اور تمہارے گرد و دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں ہم عنقریب ان پر دوہرا عذاب کریں گے اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دیے جائیں گے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، اسلامی معاشرہ میں نفاق کے آفات وخطرات کا اظہار کرتے ہوئے نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

((و لقد قال لي رسول الله: انى لا اخاف على امتى مومنا ولا مشركا امّا المؤمن فيمنعه الله بايمانه و امّا المشرك فيقمعه الله بشركه ولكنى اخاف عليكم كل منافق الجنان، عالم اللسان يقول ما تعرفون ويفعل ما تنكرون)) (۲)

رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے مجھ سے فرمایا ہے: میں اپنی امت کے سلسلہ میں نہ کسی مومن سے خوف زدہ ہوں اور نہ مشرک سے، مومن کو اللہ اسکے ایمان

(۱) سورہ توبہ/۱۰۱۔

(۲) نہج البلاغہ، نامہ ۲۷۔

کی بنا پر برائی سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک بنا پر مغلوب کر دے گا، سارا خطرہ ان لوگوں سے ہے جو زبان کے عالم اور دل کے منافق ہیں کہتے وہی ہیں، جو تم سب پہچانتے ہو اور کرتے وہ ہیں جسے تم برا سمجھتے ہو۔

اسی نفاق کے خدو خال کی پیچیدگی کی بنا پر حضرت علیؑ کی زمام داری کی پانچ سال کی مدت میں دشمنوں سے جنگ کی مشکلات کہیں زیادہ پیامبرؐ اسلام کی مشکلات وزحمات سے تھیں۔

پیامبر عظیمؐ الشان ان افراد سے برسر پیکار تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد لیکن امیر المومنین حضرت علیؑ ان افراد سے مشغول مبارزہ وجنگ تھے جن کی پیشانیوں پر کثرت سجدہ کی بنا پر نشان پڑے ہوئے تھے۔

حضرت علیؑ ان افراد سے جنگ وجدال کر رہے تھے جن کی رات گئے تلاوت قرآن کی صداء دلسوز حضرت کمیل جیسی فرد پر بھی اثر انداز ہوگئی تھی (۱)

آپ کا مقابلہ ایسے صاحبان اجتہاد سے تھا جو قرآن سے استنباط کرتے ہوئے آپ سے لڑ رہے تھے (۲)

وہ افراد جو راہ خدا میں معرکہ و جہاد کے اعتبار سے درخشاں ماضی رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض کو تمغہ جانبازی وفداکاری بھی حاصل تھا، لیکن دنیا پرستی نے ان صاحبان صفات وکردار کو حق کے مقابل لا کھڑا کیا۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۳۳، ص ۳۹۹۔

(۲) سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۳۸۰۔

پیامبر اکرمؐ نے زبیر کو (سابقہ، فداکاری ومعرکہ آرائی دیکھتے ہوئے) سیف الاسلام کے لقب سے نوازا تھا اور طلحہ جنگ احد کے جانباز و دلیر تھے، ایسے رونما ہونے والے حالات وحادثات کا مقابلہ کرنا علوی بصیرت ہی کا کام ہے۔

قابل توجہ یہ ہے کہ مولائے کائنات نے نہج البلاغہ میں ایسے افراد سے جنگ کرنے کی بصیرت وبینائی پر افتخار کرتے ہوئے فرماتے ہیں میرے علاوہ کسی بھی فرد کے اندر یہ صلاحیت نہ تھی جوان سے مقابلہ ومبارزہ کرتا۔

((ایها الناس انی فقات عین الفتنة ولم یکن لیجتری علیها احد غیری))(۱)

لوگو! یاد رکھو میں نے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑ دیا ہے اور یہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے۔

قرآن مجید حکم دے رہا ہے کے اپنے آشکار ومخفی دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کیلئے پوری قوت سے مستعد رہو اور طاقت حاصل کرو تاکہ تمہاری قدرت واقتدار ان کی خلاف ورزی روکنے کا ذریعہ ہو جائے۔

﴿واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدو الله وعدوکم آخرین من دونهم لا تعلمونهم الله یعلمهم﴾(۱)

....

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۹۳۔

اورتم سب ان کے مقابلہ کیلئے امکانی قوت اور گھوڑوں کی صف بندی کا انتظام
کرو جس سے اللہ کے دشمن اپنے دشمن اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں جانتے
ہو اور اللہ جانتا ہے (منافقین) سب کو خوفزدہ کردو۔

اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں طاقت وقدرت کا حصول تجاوز و قانون کی خلاف ورزی روکنے کا وسیلہ ہے نہ تجاوزگری کا ذریعہ۔

منافقین ان افراد میں سے ہیں جو ہمیشہ اسلامی نظام وسرزمین پر تعرض و تجاوز کا خیال رکھتے ہیں لہذا نظامی وانتظامی اعتبار سے آمادگی اور معاشرہ کا صاحب بصارت ودانائی ہو نا سبب ہوگا کہ وہ اپنے خیال خام سے باز رہیں، اس نکتہ کا بیان بھی ضروری ہے کہ قوت وقدرت کا حصول (آمادگی) صرف جنگ ومعرکہ آرائی پر منحصر نہ ہو اگر چہ جنگ ورزم میں مستعد ہونا اس کے ایک روشن وواضح مصادیق میں سے ہے، لیکن دشمن کی خصوصیت، اس کے حملہ آور وسائل کی شناخت وپہچان کے لئے بصیرت کا وجود، حصول قدرت واقتدار کے ارکان میں سے ایک ہے۔

جب کہ منافقین کا شمار خطرناک ترین دشمنوں میں ہوتا ہے لہذا، نفاق اور اس کی خصوصیت وصفات کی شناخت ان چند ضرورتوں میں سے ایک ہے جسے عالم اسلام ہمیشہ قابل توجہ قرار دے۔

اس لئے کہ ممکن ہے ہزار چہرے والے دشمن (منافق) سے غفلت ورزی، شاید اسلامی نظام ومسلمانوں کے لئے ایسی کاری ضرب ثابت ہو جو التیام وبہبود کے قابل ہی نہ ہو۔

....

(۱) سورہ انفال/۶۰۔

نفاق کی اجمالی شناخت

نفاق کے لغوی و اصطلاحی معانی

لفظ نفاق کا ریشہ اور اسکے اصل

لفظ نفاق کے معنی، کفر کو پوشیدہ، اور ایمان کا ظاہر کرنا ہے، نفاق کا استعمال اس معنی میں پہلی مرتبہ قرآن میں ہوا ہے، عرب نے اسلام سے قبل اس معنی کا استعمال نہیں کیا تھا، ابن اثیر تحریر کرتے ہیں:

((و ھو اسم لم یعر فه العرب بالمعنی المخصوص وھو الذی یستر کفرہ ویظھر ایمانه))(۱)

لفظ نفاق کا اس خاص معنی میں استعمال لغت کے اعتبار سے چار احتمال ہوسکتا ہے:

پہلا احتمال: یہ ہے کہ نفاق بمعنی اذھاب واھلاک کے ہیں، جیسے(نفقت الدّابة) کہ حیوان کے برباد وہلاک ہوجانے کے معنی میں ہے۔

(۱) نہایۃ، ابن اثیر، بحث ''نفق'' و نیز: لسان العرب، ج۱۰،ص۳۵۹۔

نفاق کا اس معانی سے تناسب یہ ہے کہ منافق اپنے نفاق کی بنا پر اس میت کے مثل ہے جو برباد و تباہ ہو جاتی ہے۔

دوسرا احتمال: نفاق ذیل عبارت سے اخذ کیا گیا ہے:

((نفقت السلعة اذا راجت و کثرت طلا بها))

وہ سامان جو بہت زیادہ رائج ہو اور اس کے طلب گار بھی زیادہ ہوں تو یہاں پر لفظ "نفق" کا استعمال ہوتا ہے، اس بنا پر اہل لغت کا اصطلاحی مفہوم سے مرتبط ہوتے ہوئے، نفاق یہ ہے کے منافق ظاہر میں اسلام کو رواج دیتا ہے، کیوں کہ اسلام کے طلب گار زیادہ ہوتے ہیں۔

تیسرا احتمال: نفاق، زمین دوز راستہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

((النفق سرب فی الارض له مخلص الی المکان))

اس اصل کے مطابق منافق ان افراد کے مثل ہے جو خطرات کی بنا پر زمین دوز راستہ (سرنگ) میں مخفی ہو جائے، یعنی منافق بھی اسلام کے لباس کو زیب تن کر کے خود کو محفوظ کر لیتا ہے اگر چہ مسلمان نہیں ہوتا ہے۔

چوتھا احتمال: نفاق کا ریشہ "نافقاء" ہے، صحرائی چوہے اپنے گھر کے لئے دو راستہ بناتے ہیں ایک ظاہر و آشکار راستہ، اس کا نام "قاصعاء" ہے، دوسرا مخفی و پوشیدہ راستہ، اس کا نام "نافقاء" ہے، جب صحرائی چوہا خطرہ کا احساس کرتا ہے تو، قاصعاء سے داخل ہو کر نافقاء سے فرار کرتا ہے۔

اس احتمال کی بنا پر، منافق ہمیشہ خروج کے لئے دو راستہ اپناتا ہے، ایمان پر کبھی بھی ثابت قدم نہیں رہتا اگر چہ اس کا حقیقی راستہ کفر ہے لیکن اسلام کا ظاہر کر کے اپنے کو خطرے سے بچالیتا ہے۔

ابتدا دو احتمال یعنی ،نفاق بمعنی ہلاک ہونے اور ترویج پانے کے سلسلہ علماء لغت کی طرف سے کوئی تائید نہیں ملتی ہے ،لہذا ان معانی سے اعراض کرنا چاہئے ،لیکن تیسرے اور چوتھے احتمال میں سے کون سا احتمال اساسی و بنیادی ہے اس کے لئے مزید بحث ومباحثہ کی ضرورت ہے۔

تمام مجموعی احتمالات سے ایک نکتہ ضرور سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ نفاق کے معانی میں دو عنصر قطعاً موجود ہے، ا: عنصر دورخی ،۲: عنصر پوشیدہ کاری

اس بنا پر نفاق کے معانی میں دو رخی و پوشیدہ کاری کا بھی اضافہ کر دینا چاہئے ،منافق وہ ہے جو دوروئی کا حامل ہوتا ہے، اور اپنی اس صفت کو پوشیدہ بھی رکھتا ہے۔

قرآن واحادیث میں نفاق کے معانی

روایات وقرآن میں نفاق دو معانی اور دو عنوان سے استعمال ہوا ہے:

ا۔ اعتقادی نفاق: قرآن وحدیث میں نفاق کا پہلا عنوان اسلام کا ظاہر کرنا، اور باطن میں کافر ہونا، اس نفاق کو اعتقادی نفاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن میں جس مقام پر بھی نفاق کا لفظ استعمال ہوا ہے یہی معنی منظور نظر ہے، یعنی کسی فرد کا ظاہر میں اسلام کا دم بھرنا، لیکن باطن میں کفر کا شیدائی ہونا۔

سورہ منافق کی پہلی آیت اسی معنی کو بیان کر رہی ہے۔

﴿اذا جاء ک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنافقون لکاذبون﴾

پیغمبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کے آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کے یہ منافقین اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔

سورہ نساء میں منافقین کی باطنی وضعیت اس طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔

﴿ودو لو تکفرون کما کفرو افتکونون سواء﴾(۱)

یہ منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ اور سب برابر ہو جائیں۔

اس بنیاد پر امکان ہے کے مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو اسلام کا اظہار کرتے ہوں اور باطن میں دین اور اس کی حقانیت پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں۔

لیکن ان کے اس فعل کا محرک کیا ہے؟ اس کا ذکر تاریخ نفاق کی فصل میں بیان ہوگا، اس نوعیت کے افراد کا فعل نفاق ہے اور ان کو منافق کہا جاتا ہے۔

یقیناً بعض افراد کا اسلام، جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اسی زمرہ میں آتا ہے، مثال کے طور پر ابو سفیان کا اسلام، پیامبر عظیم الشانؐ کے بعد کے واقعات، خصوصاً عثمان کے دورہ خلافت میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ، ان کا اسلام چال

....

(۱) سورہ نساء/۸۹۔

بازی اور مکاری سے لبریز تھا، آہستہ آہستہ خلافتی ڈھانچے میں اثر ورسوخ بڑھاتے ہوئے اسلام کے پردے میں کفر ہی کی پیروی کرتے تھے، یہاں تک کے عثمان کے عصر خلافت میں ابوسفیان، سید الشہدا حضرت حمزہؓ کی قبر کے پاس آکر کہتا ہے، اے حمزہ! کل جس اسلام کیلئے تم جنگ کر رہے تھے، آج وہ اسلام گیند کے مثل میری اولاد میں دست بدست ہو رہا ہے(۱)

ابوسفیان، خلافت عثمان کے ابتدائی ایام میں خاندان بنی امیہ کے اجتماع میں اپنے نفاق کا اظہار یوں کرتا ہے، خاندان تمیم وعدی (ابو بکر وعمر کے بعد) خلافت تم کو نصیب ہوئی اس سے گیند کی طرح کھیلتے رہو اور اس گیند (خلافت) کے لئے قدم، بنی امیہ سے انتخاب کرو، یہ خلافت صرف سلطنت وبشر کی سرداری ہے اور جان لو کہ میں ہرگز جنت وجہنم پر ایمان نہیں رکھتا ہوں (۲)

جس وقت ابوبکر نے امور خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا ابوسفیان چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف وتفرقہ پیدا ہو جائے اور اسی غرض کے تحت مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے حمایت ومساعدت کی پیشکش کرتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام اس کو اچھے طریقہ سے پہچانتے تھے، پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا: تم اور حق کے طرفدار؟! تم تو روز اوّل ہی سے اسلام

....

(۱) قاموس الرجال، ج۱۰،ص۸۹۔

(۲) الاصابہ، ج۴،ص۸۸۔

ومسلمان کے دشمن تھے آپ نے اس کی منافقانہ بیعت کے دراز شدہ دست کو رد کرتے ہوئے چہرہ کوموڑ لیا(۱)

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوسفیان ان افراد میں سے تھا جن کے جسم وروح، اسلام سے بیگانے تھے اور صرف اسلام کا اظہار کرتا تھا۔

۲۔اخلاقی نفاق: نفاق کا دوسرا عنوان اور معنی جو بعض روایات میں استعمال ہوا ہے اخلاقی نفاق ہے، یعنی دینداری کا نعرہ بلند کرنا، لیکن دین کے قانون پر عمل نہ کرنا، اس کو اخلاقی نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے(۲)

البتہ اخلاقی نفاق کبھی فردی اور کبھی اجتماعی پہلوؤں میں رونما ہوتا ہے، وہ فرد جو اسلام کے فردی احکام وقوانین اور اس کی حیثیت کو پامال کر رہا ہو وہ فردی اخلاقی نفاق میں مبتلا ہے اور وہ شخص جو معاشرے کے حقوق واجتماعی احکام کو جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے نہ بجالاتا ہو تو، وہ نفاق اخلاق اجتماعی سے دوچار ہے۔

....

(۱)تفسیر سورہ توبہ ومنافقون۔

(۲)یقیناً اخلاق کی یہ حالتیں، رذائل کے اجزا میں سے ہے لیکن یہ کہ عادت رذیلہ روایات میں نفاق پر اطلاق ہوتی ہے یا نہیں یہ وہ موضوع ہے جسے اجاگر ہونا چاہئے علامہ مجلسی بحار الانوار ج ۷۲ ص ۱۰۸ میں اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں کہ روایات میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، اصول کافی ج ۲ میں ایک باب صفت النفاق والمنافق ہے اس باب کی اکثر احادیث انفرادی، اجتماعی اخلاقی نفاق کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہے یہ خود دلیل ہے کہ نفاق روایات میں اس خاص معنی (نفاق اخلاقی) جس کا میں نے اشارہ کیا ہے استعمال ہوا ہے۔

فردی ،نفاق اخلاق کی چند قسمیں ،ائمہ حضرات کی احادیث کے ذریعہ پیش کی جارہی ہیں، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((اظهر الناس نفاقاً من امر با لطاعة ولم يعمل بها ونهى عن المعصية و لم ينته عنها))(۱)

کسی فرد کا سب سے واضح ونمایاں نفاق یہ ہے کہ اطاعت (خداوند متعال) کا حکم دے لیکن خود مطیع وفرمان بردار نہ ہو، گناہ وعصیان کو منع کرتا ہے لیکن خود کو اس سے باز نہیں رکھتا۔

حضرت امام صادقؑ مرسل اعظمؐ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((مازاد خشوع الجسد على مافى القلب فهو عندنا نفاق))(۲)

جب کبھی جسم (ظاہر) کا خشوع ،خشوع قلب (باطن) سے زیادہ ہوتو ایسی حالت ہمارے نزدیک نفاق ہے۔

حضرت امام زین العابدینؑ اخلاقی نفاق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((ان المنافق ينهى و لا ينتهي ويامر بما لا ياتي ......يمسى وهمه العشا وهو مفطر ويصبح وهمه النوم ولم يسهر))(۳)

یقیناً منافق وہ شخص ہے جو لوگوں کو منع کرتا ہے لیکن خود اس کام سے پرہیز نہیں

....

(۱) غرر الحکم ،حدیث ۳۲۱۴۔

(۲و۳) اصول کافی ،ج۲،ص ۳۹۶۔

کرتا ہے، اور ایسے کام کا حکم دیتا ہے جس کو خود انجام نہیں دیتا، اور جب شب ہوتی ہے تو سواء شام کے کہانے کے اسے کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی حالانکہ وہ روزہ سے بھی نہیں ہوتا، اور جب صبح کو بیدار ہوتا ہے تو سونے کی فکر میں رہتا ہے، حالانکہ شب بیداری بھی نہیں کرتا (یعنی ہدف ومقصد صرف خواب وخوراک ہے)۔

ذکر شدہ روایات اور اس کے علاوہ دیگر احادیث جو ان مضامین پر دلالت کرتی ہیں ان کی روشنی میں بے عمل عالم اور ریا کار شخص کا شمار انہیں لوگوں میں سے ہے جو فردی اخلاقی نفاق سے دوچار ہوتے ہیں۔

نفاق اخلاق اجتماعی کے سلسلہ میں معصومینؑ سے بہت سی احادیث صادر ہوئی ہیں، چند عدد پیش کی جارہی ہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((ان المنافق ......ان حدثک کذبک وان ائتمنه خانک وان غبت اغتابک وان وعدک اخلفک))(۱)

منافق جب تم سے گفتگو کرے تو جھوٹ بولتا ہے، اگر اس کے پاس امانت رکھو تو خیانت کرتا ہے، اگر اس کی نظروں سے اوجھل رہو تو غیبت کرتا ہے، اگر تم سے وعدہ کرے تو وفا نہیں کرتا ہے۔

....

(۱) المحجۃ البیضاء، ج ۵، ص ۲۸۲۔

پیامبر عظیمؐ الشان نفاق اخلاق کے صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اربع من کن فیه فهو منافق وان کانت فیه واحدة منهن کانت فیه خصلة من النفاق من اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر))(۱)

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں پائیں جائیں تو وہ منافق ہے، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اگر عہد و پیمان کرے تو اس پر عمل نہ کرے، جب پیروز و کامیاب ہو جائے تو برے اعمال کے ارتکاب سے پرہیز نہ کرے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((کثرة الوفاق نفاق))(۲)

کسی شخص کا زیادہ ہی وفاق اور سازگاری مزاج وطبیعت کا ہونا یہ اس کے نفاق کی علامت ہے۔

ظاہری بات ہے کہ صاحب ایمان ہمیشہ حق کا طرف دار ہوتا ہے اور حق کا مزاج رکھنے والا کبھی بھی سب سے خاص کر ان لوگوں سے جو باطل پرست ہیں سازگار و ہمراہ نہیں ہوتا، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے، صاحب ایمان ابن الوقت نہیں ہوتا۔

....

(۱) خصال شیخ صدوق، ص ۲۵۴۔

(۲) میزان الحکمت، ج ۸، ص ۳۳۳۴۔

نفاق اجتماعی کا آشکار ترین نمونہ اجتماعی زندگی و معاشرے میں دو روئی اور دو زبان کا ہونا ہے، یعنی انسان کا کسی کے حضور میں تعریف و تمجید کرنا لیکن پس پشت مذمت و برائی کرنا۔

صاف وشفاف گفتگو، حق وصداقت کی پرستاری، صاحب ایمان کے صفات میں سے ہیں، صرف چند ایسے خاص مواقع میں جہاں اہم حکمت اس بات کا اقتضا کرتی ہے جیسے جنگ اور اس کے اسرار کی حفاظت، افراد اور جماعت میں صلح ومصالحت کی خاطر صدق گوئی سے اعراض کیا جاسکتا ہے(۱)

پیامبر اکرم حضرت محمد مصطفیؐ اس نوعیت کے نفاق کے انجام ونتیجہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((من کان له وجهان فی الدنیا کان له لسانان من نار یوم القیامة))(۲)

جو شخص بھی دنیا میں دو چہرے والا ہوگا، آخرت میں اسے دو آتشی زبان دی جائے گی۔

امام حضرت محمد باقرؑ بھی اخلاقی نفاق کے خدوخال کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) غیبت وکذب سے مستثنیٰ موارد کے سلسلہ میں اخلاقی وفقہی کتب جیسے جامع السعادات اور مکاسب کیم طرف مراجعہ کریں۔

(۲) المحجة البیضاء، ج۵، ص۲۸۰۔

((بئس العبد یکون ذاوجھین و ذالسانین یطری اخاہ شاھداًو یأکلہ غائباً ان اعطی حسدہ وان ابتلی خذلہ))(۱)

بہت بد بخت و بد سرشت ہے، وہ بندہ جو دو چہرے اور دو زبان والا ہے، اپنے دینی بھائی کے سامنے تو تعریف و تمجید کرتا ہے اور اس کی غیبت میں اس کو نا سزا کہتا ہے، اگر اللہ اس کے دینی بھائی کو کچھ عطا کرتا ہے تو حسد کرتا ہے، اگر کسی مشکل میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی اہانت کرتا ہے۔

(۱) المحجۃ البیضاء، ج ۵، ص ۲۸۲۔

نفاق کی اجمالی شناخت

اسلام میں وجود نفاق کی تاریخ

مشہور نظریہ

مشہور و معروف نظریہ، نفاق کے وجود و آغاز کے سلسلہ میں یہ ہے کہ نفاق کی بنیاد مدینہ میں پڑی، اس فکر و نظر کی دلیل یہ ہے کہ مکہ میں مسلمین بہت کم تعداد اور فشار میں تھے، لہذا کم تعداد افراد سے مقابلے کے لئے، کفار کی طرف سے منافقانہ ومخفیانہ حرکت کی کوئی ضرورت نہیں تھی، مکہ کے کفار و مشرکین علی الاعلان آزار و اذیت، شکنجہ دیا کرتے تھے۔

عظیم الشان پیامبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ کے مدینہ ہجرت کرنے کی بنا پر اسلام نے ایک نئی کروٹ لی، روز بروز اسلام کے اقتدار و طاقت، شان و شوکت میں اضافہ ہونے لگا، لہذا اس موقع پر بعض اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی نقاب اوڑھ

کر دینداری کا اظہار کرتے ہوئے اسلام کو تباہ ونابود کرنے کی کوشش شروع کردی، اسلام کا اظہار اس لئے کرتے تھے تا کہ اسلام کی حکومت وطاقت سے محفوظ رہ سکیں، لیکن باطن میں اسلام کے جگر خوار وجانی دشمن تھے، یہ نفاق کا نقطہ آغاز تھا، خاص کران افراد کے لئے جن کی عملداری اور سرداری کو شدید جھٹکا لگا تھا، وہ کچھ زیادہ ہی پیامبر اکرم اوران کے مشن سے عناد وکینہ رکھنے لگے تھے۔

عبداللہ ابن ابی انہی منافقین میں سے ایک تھا، رسول اسلام کے مدینہ ہجرت کرنے سے قبل اوس وخزرج مدینہ کے دو طاقتور قبیلہ کی سرداری اسے نصیب ہوئی تھی، لیکن بدنصیبی سے واقعۂ ہجرت پیش آنے کی بنا پر سرداری کے یہ تمام پروگرام خاکستر ہو کر رہ گئے، بعد میں گرچہ اس نے ظاہراً اسلام قبول کرلیا، لیکن رفتار وگفتار کے ذریعہ، اپنے بغض وکینہ، عناد وعداوت کا ہمیشہ اظہار کرتا رہا، یہ مدینہ میں جماعت نفاق کا رئیس وافسر تھا، قرآن مجید کی بعض آیات میں اس کی منافقانہ اعمال وحرکات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

جب پیامبر اکرمؐ مدینہ وارد ہوئے، اس نے پیامبر عظیم الشانؐ سے کہا: ہم فریب میں پڑنے والے نہیں، ان کے پاس جاؤ جو تم کو یہاں لائے ہیں اور تم کو فریب دیا ہے، عبداللہ ابن ابی کی اس ناسزا گفتگو کے فوراً بعد ہی سعد بن عبادہ رسول اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی آپ غمگین ورنجیدہ خاطر نہ ہوں، اوس وخزرج کا ارادہ تھا کہ اس کو اپنے اپنے قبیلہ کا سردار بنائیں گے، لیکن آپ کے آنے

سے حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں ،اس کی فرمان روائی سلب ہو چکی ہے ،آپ ہمارے قبیلے خزرج میں تشریف لائیں ،ہم صاحب قدرت اور باوقار افراد ہیں (۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نفاق کا مبدا ایک اجتماعی ومعاشرتی پروگرام کے تحت مدینہ ہے، نفاقِ اجتماعی کے پروگرام کی شکل گیری کا اصل عامل حق کی حاکمیت و حکومت ہے، جو پہلی مرتبہ مدینہ میں تشکیل ہوئی، پیامبر عظیمؐ الشان کا مدینہ میں وارد ہونا و اسلام کا روز بروز قوی و مستحکم ہونا باعث ہوا کہ منافقین کی مرموز حرکات وجود میں آئیں، البتہ منافقین کی یہ خیانت کارانہ حرکتیں پیامبر اکرمؐ کی جنگوں میں زیادہ قابل لمس ہیں۔

قرآن مجید میں بطور صریح جنگ بدر، احد، بنی نظیر، خندق و تبوک نیز مسجد ضرار کے سلسلہ میں منافقین کی سازشیں بیان کی گئی ہیں۔

مدینہ میں جماعت نفاق کے منظم و مرتب پروگرام کے نمونے، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں پیامبر اکرمؐ کے لئے مشکلات کھڑی کرنا، مسجد ضرار کی تعمیر کے لئے، چال بازی و شعبدہ بازی کا استعمال کرنا۔

پیامبرؐ اسلام کا غزوہ تبوک کے لئے اعلان کرنا تھا کہ منافقین کی حرکات میں شدت آگئی، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں منافقانہ حرکتیں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں، مدینہ سے تبوک کا فاصلہ تقریباً ایک ہزار کیلومیٹر تھا، موسم بھی گرم تھا، محصول

....

(۱) اعلام الوری، ص ۴۴، بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۱۰۸۔

زراعت و باغات کے ایام تھے، اس جنگ میں مسلمانوں کی مدِّ مقابل روم کی سوپر پاور حکومت تھی، یہ تمام حالات منافقین کے فیور (موافق) میں تھے، تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد کو جنگ پر جانے سے روک سکیں، اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔

منافقین کے ایک اجتماع میں جو سویلم یہودی کے یہاں برپا ہوا تھا، جس میں منافق جماعت کے بلند پایہ ارکان موجود تھے، طے یہ ہوا کہ مسلمانوں کو روم کی طاقت وقوت کا خوف دلایا جائے، ان کے دلوں میں روم کی ناقابل تسخیر فوجی طاقت کا رعب بٹھایا جائے۔

اس جلسہ اور اہداف کی خبر پیامبرِ اسلام کو پہنچی، آپ نے اسلام کے خلاف اس سازشی مرکز کو ختم نیز دوسروں کی عبرت لئے حکم دیا، سویلم کے گھر کو جلادیا جائے آپ نے اس طریقہ سے ایک سازشی جلسہ نیز ان کے ارکان کو متفرق کر کے رکھ دیا(۱)

مسجد ضرار کی تعمیر کے سلسلہ میں نقل کیا جاتا ہے کہ منافقین میں سے کچھ افراد رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک مسجد قبیلۂ بنی سالم کے در میان مسجد قبا کے نزدیک بنانے کی اجازت چاہی، تاکہ بوڑھے، بیمار اور وہ جو مسجد قبا جانے سے معذور ہیں خصوصاً بارانی راتوں میں، وہ اس مسجد میں اسلامی فریضہ اور عبادت الٰہی کو انجام دے سکیں، ان لوگوں نے تعمیر مسجد کی اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اسلامؐ سے افتتاح مسجد کی درخواست بھی کی، آپ نے فرمایا: میں ابھی

....

(۱) سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۱۷، منشور جاوید قرآن، ج ۴، ص ۱۱۲۔

عازم تبوک ہوں واپسی پر انشاء اللہ اس کام کو انجام دوں گا، تبوک سے واپسی پر ابھی آپ مدینہ میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ منافقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسجد میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، اس موقع پر وحی کا نزول ہوا (۱) جس نے ان کے افعال و اسرار کی پول کھول کر رکھدی، پیامبر اکرمؐ نے مسجد میں نماز پڑنے کے بجائے تخریب کا حکم دیا تخریب شدہ مکان کو شہر کے کوڑے اور گندگی ڈالنے کی جگہ قرار دیا۔

اگر اس جماعت کے فعل کی ظاہری صورت کا مشاہدہ کریں تو پیامبرؐ کے ایسے حکم سے حیرت ہوتی ہے لیکن جب اس قضیہ کے باطنی مسئلہ کی تحقیق و جستجو کریں تو حقیقت سامنے آتی ہے، یہ مسجد جو خراب ہونے کے بعد مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہوئی، ابو عامر کے حکم سے بنائی گئی تھے، یہ مسجد نہیں بلکہ جاسوسی اور سازشی مرکز تھا، اسلام کے خلاف جاسوسی و تبلیغ اور مسلمانوں کے درمیان ایجاد تفرقہ ایجاد کرنا اس کے اہداف و مقاصد تھے۔

ابو عامر مسیحی عالم تھا زمانہ جاہلیت میں عبّاد و زہّاد میں شمار ہوتا تھا اور قبیلۂ خزرج میں وسیع عمل و دخل رکھتا تھا، جب مرسل اعظم نے مدینہ ہجرت فرمائی مسلمان آپ کے گرد جمع ہوگئے خصوصاً جنگ بدر میں مسلمانوں کی مشرکوں پر کامیابی کے بعد اسلام ترقی کرتا چلا گیا، ابو عامر جو پہلے ظہور پیامبر کا مژدہ سناتا تھا جب اس نے اپنے اطراف و جوانب کو خالی ہوتے دیکھا اسلام کے خلاف اقدام کرنا شروع

(۱) سورہ توبہ، ۱۰۷ کے بعد کی آیتیں۔

کر دیا، مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور دیگر قبائل عرب سے، پیامبر اسلامؐ کے خلاف مدد حاصل کرنی چاہی، جنگ احد میں مسلمانوں کے خلاف پروگرام مرتب کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا، دونوں لشکر کی صفوں کے درمیان میں خندق کے بنائے جانے کا حکم اسی کی طرف سے تھا، جسمیں پیامبر اکرم گر پڑے آپ کی پیشانی مجروح ہوگئی دندان مبارک ٹوٹ گئے، جنگ احد کے تمام ہونے کے بعد، باوجود اس کے کہ مسلمان اس جنگ میں کافی مشکلات وزحمات سے دوچار تھے، اسلام مزید ارتقا کی منزلیں طے کرنے لگا صداء اسلام پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہونے لگی ابو عامر، یہ کامیابی وکامرانی دیکھ کر مدینہ سے بادشاہ روم ہرقل کے پاس گیا تاکہ اس کی مدد سے اسلام کی پیش رفت کو روک سکے، لیکن موت نے فرصت نہ دی کہ اپنی آرزو وخواہش کو عملی جامہ پہنا سکے، لیکن بعض کتب کے حوالہ سے کہا جاتا ہے، کہ وہ پادشاہ روم سے ملا اور اس نے حوصلہ افزا وعدے بھی کیے۔

اس نکتہ کو بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس کی تخریبی حرکتیں اور عناد پسند طبیعت کی بنا پر پیامبرؐ اسلام نے اسے فاسد کا لقب دے رکھا تھا، بہر حال اس کے قبل کہ وہ واصل جہنم ہوا، یک خط مدینہ کے منافقین کے نام تحریر کیا جسمیں لشکر روم کی آمد اور ایک ایسے مکان ومقام کی تعمیر کا حکم تھا جو اسلام کے خلاف سازشی مرکز ہو، لیکن چونکہ ایسا مرکز منافقین کے بنانا چنداں آسان نہیں تھا لہذا انھوں نے مصلحتاً معذوروں، بیماروں، بوڑھوں کی آڑ میں مسجد کی بنیاد ڈال کر ابو عامر کے حکم کی تعمیل

کی، مرکز نفاق مسجد کی شکل میں بنایا گیا، مسجد کا امام جماعت ایک نیک سیرت جوان بنام مجمع بن حارثہ کو معین کیا گیا، تا کہ مسجد قبا کے نماز گذاروں کی توجہ اس مسجد کی طرف مبذول کی جاسکے، اور وہ اسمیں کسی حدتک کامیاب بھی رہے، لیکن اس مسجد کے سلسلہ میں آیات قرآن کے نزول کے بعد پیامبر اکرمؐ نے اس مرکز نفاق کو خراب کرنے کا حکم دے دیا(۱)، تاریخ کا یہ نمونہ جسے قرآن بھی ذکر کررہا ہے منافقین کی مدینہ میں منظم کارکردگی کا واضح ثبوت ہے۔

مشہور نظریہ کی تحقیق

مشہور نظریہ کے مطابق نفاق کا آغاز مدینہ ہے، اور نفاق کا وجود، حکومت و قدرت سے خوف وہراس کی بنا پر ہوتا ہے، اس لئے کہ مکہ کے مسلمانوں میں قدرت وطاقت والے تھے ہی نہیں، لہذا وہاں نفاق کا وجود میں آنا بے معنیٰ تھا، صرف مدینہ میں مسلمان صاحب قدرت وحکومت تھے لہذا نفاق کا مبداء مدینہ ہے۔

لیکن نفاق کی بنیاد صرف حکومت سے خوف ووحشت کی بنا پر ہو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اسلام میں منصب وقدرت کے حصول کی طمع بھی نفاق کے وجود میں آنے کا عامل ہوسکتی ہے، لہذا، نفاق کی دو قسم ہونی چاہئے:

۱۔ نفاقِ خوف: ان افراد کا نفاق جو اسلام کی قدرت واقتدار سے خوف زدہ ہوکر اظہار اسلام کرتے ہوئے اسلام کے خلاف کام کیا کرتے تھے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۳، ص ۷۲۔

۲۔نفاقِ طمع: ان افراد کا نفاق جو اس لالچ میں اسلام کا دم بھرتے تھے کہ اگر ایک روز اسلام صاحب قدرت وسطوت ہوا،تو اس کی زعامت ومناصب پر قابض ہو جائیں یا اس کے حصہ دار بن جائیں۔

نفاق بر بناء خوف کا سرچشمہ مدینہ ہے،اس لئے کہ اہل اسلام نے قدرت واقتدار کی باگ ڈور مدینہ میں حاصل کیا۔

لیکن نفاق بر بناء طمع وحرص کا مبدا وعنصر مکہ ہونا چاہئے،عقل وفکر کی بنا بر بعید نہیں ہے کہ بعض افراد روز بروز اسلام کی ترقی،اقتصادی اور سماجی بائیکاٹ کے باوجود اسلام کی کامیابی،مکرر مرسل اعظمؐ کی طرف سے اسلام کے عالمی ہونے والی خوش خبری وغیرہ کو دیکھتے ہوئے دور اندیش ہوں،کہ آج کا ضعیف اسلام کل قوت وطاقت میں تبدیل ہو جائے گا،اسی دور اندیشی وطمع کی بنا پر اسلام لائے ہوں،تاکہ آئندہ اپنے اسلام کے ذریعہ اسلام کے منصب وقدرت کے حق دار بن جائیں۔

اس مطلب کا ذکر ضروری ہے کہ منافق طمع کے افعال وکارکردگی منافق خوف کی فعالیت وکارکردگی سے کافی جدا ہے،منافق خوف کی خصوصیت خراب کاری،کارشکنی،بیخ کنی،اذیت وتکلیف سے دوچار کرنا ہے،جب کہ منافق طمع ایسا نہیں کرتا،بلکہ وہ ایک تحریک کی کامیابی کے سلسلہ میں کوشش کرتے ہیں،تاکہ وہ تحریک ایک شکل وصورت میں تبدیل ہو جائے،اور یہ قدرت کی نبض اور دھڑکن کو اپنے ہاتھوں میں لے سکیں،منافق طمع صرف وہاں تخریبی حرکات کو انجام دیتے ہیں

جہاں ان کے بنیادی منافع خطرے میں پڑ جائیں۔

اگر ہم نفاق طمع کے وجود کو مکہ قبول کریں، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ نفاق کا وجود اور اس کے آغاز کو مدینہ تسلیم کیا جائے۔

جیسا کہ مفسر قرآن علامہ طباطبائیؒ اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں (۱)، آپ ایک سوال کے ذریعہ مذکورہ مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں، باوجودیکہ اس قدر منافقین کے سلسلہ میں آیات قرآن میں موجود ہیں، کیوں پیامبر اکرم کی وفات کے بعد منافقین کا چرچا نہیں ہوتا، منافقین کے بارے میں کوئی گفتگو اور مذاکرات نہیں ہوتے، کیا وہ صفحۂ ہستی سے محو ہو گئے تھے؟ کیا پیامبر اسلام کی وفات کی بنا پر منتشر اور پراکندہ ہو گئے تھے؟ یا اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی؟ یا اس کی وجہ یہ تھی کے پیامبر اسلام کی وفات کے بعد صاحبان نفاق طمع، صاحبان نفاق خوف کا تال میل ہو گیا تھا، اپنی خواہشات و حکمت عملی کو جلمۂ عمل پہنا چکے تھے، اسلام کی حکومت و ثروت پر قبضہ کر چکے تھے اور بہ بانگ دہل یہ شعر پڑھ رہے تھے:

((لعبت هاشم بالملک فلا　　خبر جاء ولا وحی نزل))

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ نفاق اجتماعی ایک منظم تحریک کے عنوان سے مدینہ میں ظہور پذیر ہوا، لیکن نفاق فردی جو بر بناء طمع و حرص عالم وجود میں آیا ہو اس کو انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ اس نوعیت کا نفاق مکہ میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا، وہ افراد جو پیامبر اسلامؐ کے دستور و حکم سے سرپیچی کرتے تھے، ان میں بعض وہ تھے جو مکہ میں مسلمان

---

(۱) تفسیر المیزان، ج۱۹ص ۲۸۷ تا ۲۹۰، سورہ منافقون کی آیات ۱/۸ کے ذیل میں۔

ہوئے تھے، یہ وہی منافق تھے جو طمع وحرص کی بنا پر اسلام کا اظہار کرتے تھے۔

مرض نفاق اور اس کے آثار

نفاق، قلب اور دل کی بیماری ہے، قرآن کی آیات اس باریکی کی طرف توجہ دلاتی ہیں، پاکیزہ قلب خدا کا عرش اور اللہ کا حرم ہے(۱)، اس میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا گذر نہیں ہے، لیکن مریض وعیب دار دل، غیر خدا کی جگہ ہے ہوا وہوس سے پر دل شیطان کا عرش ہے، قرآن مجید صریح الفاظ میں منافقین کو عیب دار اور مریض دل سمجھتا ہے:

﴿فی قلوبهم مرض﴾(۲)

نفاق جیسی پُر خطر بیماری میں مبتلا افراد، بزرگترین نقصان وضرر سے دوچار ہوتے

....

(۱)''قلب المؤمن عرش الرحمن'' بحار الانوار، ج۵۸،ص۳۹''لقلب حرم الله فلا تسكن حرم الله غير الله'' بحار الانوار، ج۷۰،ص۲۵۔

(۲)سورہ بقرہ/۱۰، مائدہ/۵۲، توبہ/۱۲۵، محمد/۲۰۔۲۹ بعض آیات میں ﴿فی قلوبهم مرض﴾ کے ہمراہ منافقو کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جسے سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۹ وسورہ احزاب کی آیت نمبر ۱۲﴿اذ يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض﴾ یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ بیمار دل والے منافق ہی ہیں یا ان کے علاوہ دوسرے افراد، علامہ طباطبائی'' تفسیر المیزان، ج۱۵،ص۲۸۶، ج۹،ص۹۹، میں ان دونوں کو الگ الگ شمار کرتے ہیں، آپ کا کہنا ہے کہ بیمار دل والوں سے مراد ضعیف الاعتقاد مسلمان ہیں، اور منافقین وہ ہیں جو ایمان واسلام کا تا ظہار کرتے ہیں لیکن باطن میں کافر ہیں، بعض مفسرین کی نظر میں، بیمار دل صفت والے افراد منافق ہی ہیں، نفاق کے درجات ہیں، نفاق کا آغاز قلب ودل کی کجی اور روح کی بیماری سے شروع ہوتا ہے، اور آہستہ آہستہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے، لیکن (بقیہ اگلہ صفحہ پر)

ہیں، اس لئے کہ آخرت میں نجات صرف قلب سلیم (پاکیزہ) کے ذریعہ ہی میسر ہے، ہو او ہوس سے پر، غیر خدا کا محب وغیر خدا سے وابستہ دل نجات کا سبب نہیں۔

﴿یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم﴾(۱)

اس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے، مگر وہ جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

قرآن مجید اس مرض و بیماری کی شناخت و واقفیت کے سلسلہ میں کچھ مفید نکات کا ذکر کر رہا ہے، تمام مسلمانوں کو ان نکات کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ اپنے قلب و دل کی صحت و سلامتی و نیز مرض کو تشخیص دے سکیں، نیز ان نکات کے ذریعہ معاشرے کے غیر سلیم و نادرست قلوب کی شناسائی کرتے ہوئے ان کے مراکز فساد

(پہلے صفحہ کا بقیہ) میرے خیال میں منافقون، و﴿والذین فی قلوبھم مرض﴾ دو مترادف الفاظ کے مثل ہیں جیسے فقیر و مسکین، اگر یہ دو لفظ ساتھ میں استعمال ہو تو ہر لفظ ایک مخصوص معنی کا حامل ہوگا، لیکن اگر جدا استعمال ہو تو دونوں کے معنی ایک ہی ہوں گے، اس بنا پر وہ آیات جس میں لفظ منافقون و﴿فی قلوبھم مرض﴾ ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں، دونوں کے مستقل معنی ہیں، منافقون یعنی اسلام کا اظہار و کفر کو پوشیدہ رکھنا، و(فی قلوھم مرض) یعنی ضعیف الایمان یا آغاز نفاق، لیکن جب ﴿فی قلوبھم مرض﴾ کا استعمال جدا ہو تو اس سے مراد منافقین ہیں، کیوں کہ منافقین وہی ہیں جو ﴿فی قلوبھم مرض﴾ کے مصداق ہیں۔

(۱) سورہ شعراء، ۸۸و۸۹۔

وفتنہ سے مبارزہ کرسکیں۔

ایک سرسری جائزہ لیتے ہوئے آیاتِ قرآنی جو منافقین کی شناخت میں نازل ہوئی ہیں ان کو چند نوع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

وہ آیات جو اسلامی معاشرے میں منافقین کی سیاسی واجتماعی روش وطرز کو بیان کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی فردی خصوصیت نیز ان کی نفسیاتی شخصیت و عادت کو رونما کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی ثقافتی روش وطرز عمل کو اجاگر کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین سے مبارزہ ورفتار کے طور وطریقہ کو پیش کرتی ہیں۔

پہلی نوع کی آیات میں منافقین کی سیاسی ومعاشرتی اسلوب، اور دوسری نوع کی آیات میں منافقین کی انفرادی ونفسیاتی بیماری کی علامات کا ذکر ہے اور تیسری نوع کی آیات میں منافقین کی کفر ونفاق کے مرض کو وسعت دینے نیز اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے طریقے کو بیان کیا گیا ہے، چوتھی نوع کی آیات میں منافقین کی کارکردگی کو بے اثر بنانے کے طریقۂ کار کو پیش کیا گیا ہے، اگرچہ قرآن میں جو آیات منافقین کے سلسلہ میں آئی ہیں وہ ان کی اعتقادی نفاق کو بیان کرتی ہیں، مگر جو آیات منافقین کی خصوصیت وصفات کو بیان کرتی ہیں وہ ان کی منافقانہ رفتار وگفتار کو پیش کررہی ہیں خواہ اعتقادی ہوں یا نہ ہوں منافقین کے جو خصائص بیان کئے گئے ہیں، منافقانہ رفتار وگفتار کی شناخت کے لئے معیار وپیمانہ قرار دئے گئے ہیں، اس کے مطابق جو فرد یا جماعت بھی اس نوع وطرز کی رفتار وروش کی حامل ہوگی اس کا شمار منافقین میں ہوگا۔

فصل دوّم

منافقین کی سیاسی خصائص

۱۔ اغیار پرستی

۲۔ ولایت ستیزی

۳۔ دیگر، سیاسی خصائص

منافقین کی سیاسی خصائص

اغیار پرستی

اغیار سے سیاسی روابط اور اس کے ضوابط واصول

قرآن مجید کے شدید منع کرنے کے باوجود منافقین کی سیاسی رفتار کی اہم خصوصیت، اغیار سے دوستی ورابطہ کا ہونا ہے، اس بحث میں وارد ہونے، اور ان آیات قرآنی کی تحقیق کرنے سے قبل، جو منافقین کی اغیار پرستی ودوستی کو برملا کرتی ہیں ضروری ہے کہ ہم بطور اجمال اغیار سے سیاسی رابطہ ورفتار کے اصول جو اسلام نے پیش کی ہیں، بیان کردیں، تاکہ اغیار سے رابطہ اور رفتار کے قوانین ونظریہ کی روشنی میں منافقین کے اعمال ورفتار کا تجزیہ کیا جاسکے۔

اصل اوّل: شناخت اغیار

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جاچکا ہے نظام وحکومت اسلامی کے کارکنان کا

اہم ترین وظیفہ دشمن کی شناخت و پہچان ہے، قرآن کی مکرر ودائمی نصیحت یہ ہے کہ اپنے دشمن کو پہچانو، ان کے مقاصد واہداف کو سمجھو، تاکہ ان سے صحیح مقابلہ کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے سدراہ بن جاؤ۔

قرآن کریم کی بہت زیادہ آیتیں اغیار کی صفات وخواہشات کو بیان کررہی ہیں، تاکہ صاحبان ایمان دشمن واغیار کی شناخت کے لئے ایک معیار و پیمانہ قائم کرسکیں، قرآن کریم اغیار کے سلسلہ میں جو صفتیں اور علامتیں بیان کررہا ہے، ایک خاص عصر وزمان سے مرتبط ومحدود نہیں ہے، بلکہ ہر زمان ومکان میں ان کی سیرت و کردار کو پرکھنے کی کسوٹی ہے، قرآن کی روشنی میں بطور اختصار اغیار کی سات خصوصیتیں ذکر کی جارہی ہیں۔

ا۔ رجعت وعقب نشینی کی آرزو رکھنا

اغیار کی خواہش مومنین کو رجعت یعنی اسلام سے قبل کی ثقافت وکلچر کی طرف پلٹانے کی ہوتی ہے، دشمنان اسلام کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ، مومنین شرک وکفر کے زمانہ کی طرف پلٹ جائیں، مومنین سے اسلامی تہذیب واقتدار کو چھین لیں:

﴿ودّوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء﴾ (۱)

منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہوجاؤ اور سب برابر ہوجائیں۔

﴿ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردّوکم عن دینکم ان

---

(۱) سورہ نساء/۸۹۔

استطاعوا﴾(۱)

یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے بس میں ہو تو تم کو تمہارے دین سے پلٹا دیں.

قرآن کی نظر میں کفار اور بعض اہل کتاب مومنین سے عداوت و دشمنی رکھتے ہوئے ان کو کفر و جاہلیت کی طرف پلٹانا چاہتے ہیں:

﴿یا ایها الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردّوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین﴾(۲)

اے ایمان والو! اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کروگے تو یہ تمہیں گزشتہ زمانہ کی طرف پلٹا لے جائیں گے، اور سرانجام تم خود ہی خسارہ و نقصان اٹھانے والوں میں ہوگے.

﴿ودّ کثیر من اهل الکتاب لو یردّونکم من بعد ایمانکم کفار حسدا من عند انفسهم من بعد ما تبیّن لهم الحق﴾(۳)

بہت سے اہل کتاب حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان کے بعد کافر بنا دیں حالانکہ حق ان پر بالکل واضح و آشکار ہو چکا ہے۔

....

(۱) سورہ بقرہ/۲۱۷۔

(۲) سورہ آل عمران/۱۴۹۔

(۳) سورہ بقرہ/۱۰۹۔

۲۔ اسلامی اصول واقدار سے انحراف کی تمنا کرنا

دشمن کی ایک اہم خواہش یہ ہوتی ہے کے اسلامی حکومت اور مومنین، اسلامی اصول واقدار سے روگرداں ومنحرف ہو جائیں، مومنین سے اسلامی اصول اور اس کے اقدار پر سودا کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں:

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾(۱)

یہ چاہتے ہیں کہ آپ تھوڑا نرم (حق کی راہ سے منحرف) ہو جائیں تا کہ وہ بھی نرم ہو جائیں۔

اسلامی حکومت میں الٰہی سیاست گزار کو صرف اپنی شرعی ذمہ داری وفرائض کا خیال رکھنا ہوتا ہے، ان کے پروگرام میں سرفہرست الٰہی مقاصد اور اصولوں کی حفاظت مقصود ہوتی ہے، ان کے طریقہ کار میں اصولی وبنیادی مسائل پر سوداگری اور ساز باز کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا ہے۔

لیکن دنیوی اور مادہ پرست سیاست گذار کا ہدف ومقصد صرف حکومت و استعماریت ہوتا ہے ان کی سیاست کی بساط، اصول کی سوداگری وساز وباز پر ہوتی ہے وہی سیاست کہ جس کا معاویہ شیدائی تھا لیکن مولائے کائنات علیؑ ابن ابیطالب شدت سے مخالف تھے، آپ اس کے طریقہ کار کو شیطنت ومکر وفریب سمجھتے تھے۔

حضرت علیؑ ایسی پست سیاست وطرز عمل سے دور تھے، وہ لوگ جو معاویہ کی

---

(۱) سورہ قلم/۹۔

حرکات کو زیر کی و دانائی تصور کرتے تھے، امام علیؑ ان کے جواب میں فرماتے ہیں:

((واللہ ما معاویۃ بادھیٰ منی و لکنہ یغدر و یفجر و لولا کراھیۃ الغدر لکنت منّی ادھیٰ الناس))(۱)

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار و صاحب ہنر نہیں ہے، لیکن وہ مکر و فریب اور فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہے، اگر مجھے مکر و فریب ناپسند نہ ہوتا تو مجھ سے زیادہ ہوشیار کوئی نہیں تھا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اپنی مختصر مدت حکومت و خلافت میں بعض قریبی اصحاب کی نصیحت و مشورہ کے باوجود ہرگز اسلامی اصول سے انحراف و سوداگری کو قطعاً قبول نہیں کرتے تھے، بعض صاحبان تفسیر ابن عباس سے نقل کرتے ہیں، یہودی مذہب کے بزرگان ایک نزاع کے سلسلہ میں رسول اکرمؐ کو اسلامی اصول سے منحرف کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں آئے، اور اپنی آرزوؤں کو اس انداز سے پیش کیا، ہم یہودی قوم و مذہب کے اشراف و عالم ہیں اگر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، تو تمام یہودی ہم لوگ کی پیروی کرتے ہوئے آپ پر ایمان لے آئیں گے، لیکن ہمارے ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ آپ اس نزاع میں ہمارے فائدے و حق میں فیصلہ دیں، لیکن مرسل اعظمؐ نے ان کی شرط اور ایمان لانے کی لالچ کو ٹھکرا دیا، اسلام کے اصول و ارکان یعنی عدالت سے ہرگز منحرف نہیں ہوئے، ذیل کی آیت اسی واقعہ کی بنا پر نازل ہوئی ہے:

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۰۔

﴿و ان احکم بینهم بما انزل الله و لا تتبع اهو ائهم واحذر هم ان یفتنوک عن بعض ما انزل الله الیک﴾(۱)

اور پیامبر آپ ان کے درمیان تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں، اور اس بات سے بچتے رہیں کہ یہ بعض احکام الٰہی سے جو تم پر نازل کیا جا چکا ہے منحرف کر دیں۔

سورہ اسراء میں پیامبر کو اصول سے منحرف کرنے کے لئے دشمنوں کے شدید وسوسہ کا ذکر کیا گیا ہے خدا کا ارشاد ہو رہا ہے، اگر آپ کو عصمت اور وحی کی مساعدت نہ ہوتی، اگر آپ عام بشر کے مثل ہوتے تو ان کے دلدادہ ہو جاتے۔

﴿و ان کادوا لیفتنو نک عن الذی او حینا الیک لتفتری علینا غیره و اذاً لا تخذوک خلیلا و لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیهم شیئا قلیلا﴾(۲)

اور یہ ظالم اس بات کے کوشاں تھے کہ آپ کو میری وحی سے ہٹا کر دوسری باتوں کی افترا پر آمادہ کر دیں، اور اسی طرح یہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہماری توفیق خاص نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ (بشری طور سے) کچھ نہ کچھ ان کی طرف ضرور مائل ہو جاتے۔

....

(۱) سورہ مائدہ ۴۹/۔

(۲) سورہ اسراء ۷۳/۷۴۔

۳۔ خیر خواہ نہ ہونا

قرآن کریم نے اغیار کی شناخت کے سلسلہ میں دوسری جو صفت بیان کی ہے وہ اغیار کا مسلمانوں کے سلسلہ میں خیر خواہ نہ ہونا ہے، وہ اپنی بد خصلت اور پست فطرت خمیر کی بنا پر ہمیشہ اسلام کے افکار و نظام کے خلافت سازش کرتے رہتے ہیں وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف عدم خیر خواہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ صاحبان ایمان کی آسائش و آرام، امن و سکون، فتح و کامرانی کو ایک لمحے کے لئے تحمل بھی نہیں کر سکتے۔

﴿ما یودّ الذین کفرو من اهل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم﴾(۱)

کافر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور عام مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر پروردگار کی طرف سے کوئی خیر و برکت نازل ہو۔

وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف خیر و برکت کے عدم نزول کی خواہش ہی نہیں رکھتے بلکہ مومنین کی سختی و پریشانی کو دیکھ کر خوشحال اور ایمان والوں کی خوشی کو دیکھ کر غمگین ہوتے ہیں۔

﴿ان تمسسکم حسنة تسؤهم وان تصبکم سیئة یفرحوا بها﴾(۲)

اگر تمہیں ذرا بھی خیر و نیکی ملے تو انہیں برا لگے گا اور اگر تمہیں تکلیف پہونچے

---

(۱) سورہ بقرہ/۱۰۵۔

(۲) سورہ آل عمران/۱۲۰۔

تو وہ خوش ہوں گے۔

۴۔ بغض و کینہ کا رکھنا

اغیار کی ایک اور اہم خصوصیت بغض اور کینہ پرستی ہے ان کا تمام وجود اسلام کے خلاف عداوت و نفرت سے بھرا ہوا ہے، یہ صفت رذائل فقط دل کی چہار دیواری تک محدود نہیں بلکہ عملی طور سے ان کے افعال و کردار میں حسد و کینہ توزی کے آثار ہویدا ہیں، اپنی اس کیفیت کو پوشیدہ و مخفی رکھے بغیر اہل اسلام کے خلاف وسیع پیمانہ پر معرکہ و جنگ کی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔

﴿ لا یألونکم خبالا ودّوا ماعنتّم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورکم اکبر...... اذا لقوکم قالوا آمنا واذا خلوا عضو علیکم الأنامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ﴾(۱)

یہ تمہیں نقصان پہونچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے، یہ صرف تمہاری مشقت و زحمت رنج و مصیبت کے خواہش مند ہیں ان کی عداوت و نفرت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں پوشیدہ کر رکھا ہے وہ تو بہت زیادہ ہے اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو خشم و غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں، پیامبر آپ کہہ دیجئے کہ تم اسی غصہ میں مرجاؤ۔

....

(۱) سورہ آل عمران/۱۱۸ و ۱۱۹۔

۵۔ غفلت پذیری میں مبتلا کرنا

دشمن واغیار کا اپنی کامیابی وموفقیت کے لئے مسلمانوں کو غفلت و بے خبری کے جال میں پھنسائے رکھنا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ایسی فضا وحالات وجود میں لائے جائیں جس کی بنا پر صاحبان ایمان اپنی قوت وطاقت کی صلاحیت وموقف سے غفلت ورزی کا شکار ہوجائیں تا کہ وہ ان پر قابض وکامران ہوسکیں، ان کی دائمی کوشش رہتی ہے کہ مسلمان کی نظر میں ان کی اقتصادی طاقت فوجی قدرت، ثمرۂ وحدت اور دین ودنیا کی شان وشوکت کو بے وقعت پیش کیا جائے، تا کہ زیادہ سے زیادہ غفلت و بے خبری کے دام میں الجھے رہیں جس کے نتیجہ میں اغیار کی فتح وظفر کی زمین ہموار ہوسکے۔

﴿ودّ الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلة واحدة﴾ (۱)

کفار کی خواہش یہی ہے کہ تم اپنے ساز وسامان اور اسلحہ سے غافل ہوجاؤ تو یہ یکبارگی تم پر حملہ کردیں۔

مذکورہ آیت میں اگر چہ اسلحہ وساز وسامان کا ذکر ہے لیکن آیت کی دلالت صرف اقتصادی ساز وسامان وجنگی اسلحہ جات پر منحصر نہیں ہے بلکہ تمام وہ وسائل و عوامل جو مسلمانوں کے لئے عزت وشرف قوت وطاقت کا باعث ہو آیت کی غرض وغایت ہے، اس لئے کہ دشمن کا ہدف ان وسائل سے غفلت ولاپرواہی میں مبتلا کرنا

....

(۱) سورہ نساء/۱۰۲۔

ہے تاکہ تسلط کے مواقع فراہم ہوسکیں۔

امیرالمومنین حضرت علیؑ مالک اشترؓ کوخطاب کرتے ہوئے عہدنامہ میں فرماتے ہیں:

((الحذر کل الحذر من عدوک بعد صلحه فان العدو ربما قارب لیتغفل فخذ با لحزم واتهم فی ذلک حسن الظن))(۱)

صلح کے بعد دشمن کی طرف سے قطعاً مکمل طور پر ہوشیار رہنا کہ کبھی کبھی وہ تمہیں غفلت میں ڈالنے کے لئے تم سے قربت اختیار کرنا چاہیں گے لہذا اس سلسلہ میں مکمل ہوشیار رہنا، اور کسی حسن ظن سے کام نہ لینا۔

۶۔ مومنین سے سخت وتند برتاؤ کرنا

قرآن کریم کی روشنی میں اغیار کی ایک دوسری صفت، مومنین کی ساتھ سخت طرز عمل وسلوک کا انجام دینا ہے، یہ عہد وپیمان کی پابندی اور دوستی کا اظہار کرتے ہوئے مومنین کوفریب دینا چاہتے ہیں، ان کے عہد وپیمان، قول وقرار پر اعتماد کرنا منطقی عمل نہیں، جب ناتواں اور کمزور ہوجاتے ہیں تو حقوق بشر اور اخلاق انسانی کی بات کرتے ہیں، لیکن جب قوی ومسلط ہو جاتے ہیں، تمام حقوق اور انسانی اخلاق کو پامال کرتے ہیں، عہد وپیان، قول وقرار، حقوق واصول بشریت، عظمت انسانیت ،سب ہتھکنڈے ہیں تاکہ اپنے منافع کو حاصل کرسکیں، منظور نظر منافع کے حصول

....

(۱) نہج البلاغہ، نامہ/۵۳۔

کے بعد ان قوانین وعہد و پیمان کی کوئی وقعت نہیں رہتی ہے۔

﴿کیف وان یظهروا علیکم لا یرقبوا فیکم الّا ولا ذمّة یرضونکم بأفواههم وتابی قلوبهم واکثرهم فاسقون﴾(۱)

ان کے ساتھ کس طرح رعایت کی جائے، جب کہ یہ تم پر غالب آجائیں گے تو نہ کسی ہمسائیگی وقربتداری کی رعایت کریں گے اور نہ ہی کسی عہد و پیمان کا لحاظ کریں گے یہ تو صرف زبانی تم کو خوش کر رہے ہیں، ورنہ ان کا دل قطعی منکر ہے اور ان کی اکثریت فاسق و بدعہد ہے۔

۷۔ خیانت کاری اور دشمنی کا مستمر ہونا

اغیار کی ایک اور صفت، تجاوز گری و تخریب کاری ہے، جب تک ان کے اہداف پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے فتنہ گری وخراب کاری کا بازار گرم کئے رہتے ہیں۔

﴿لا یزالون یقاتلونکم حتی یردّوکم عن دینکم﴾(۲)

اور یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے امکان میں ہو تو وہ تم کو تمہارے دین سے پلٹا دیں۔

اسی بنا پر دشمن کی عارضی، خاموشی وسکوت یا دوستی ومحبت کا اظہار، دشمنی کے پایان واتمام کی علامت نہیں، یہ صرف دشمن کی بدلتی ہوتی طرز وروش ہے، برابر کچھ

(۱) سورہ توبہ/۸۔

(۲) سورہ بقرہ/۲۱۷۔

وقفہ کے بعد کوئی نہ کوئی خیانت کاری کا آشکار ہونا اس بات کی دلیل ہے کے جب تک اغیار و دشمنان اپنے اہداف و مقاصد کو عملی جامہ نہ پہنالیں تب تک وہ فتنہ گری و دشمنی سے دست بردار نہیں ہوں گے۔

﴿ولا تزال تطلع علی خائنة منهم﴾(۱)

آپ ان کی طرف سے خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے۔

اصل اوّل کا ماحصل، اسلام کے پیش نظر اغیار سے سیاسی روابط واصول اور اغیار کی شناخت ہے جسمیں ان کی چند خصائص کو بیان کیا گیا ہے کسی فرد یا گروہ میں ایک خصوصیت کا بھی پایا جانا قرآن کی رو سے اس کا شمار اغیار میں ہے، لہذا ان سے رابطہ کے سلسلہ میں اسلام کے اغیار سے رابطہ واصول کا لحاظ کیا جانا چاہئے۔

اصل دوّم: دشمن کے مقابلہ مین ہوشیاری اور اقتدار کا حصول

اسلام کے فردی واجتماعی روابط میں حسن ظن کی رعایت اسلام کے اصل دستورات میں سے ہے لیکن اغیار سے روابط کے سلسلہ میں اسلام کی تاکید سوء ظن پر ہے، ہر زمان و مکان میں ان سے بہترین اقتصادی، سیاسی، ثقافتی روابط ہونے کے باوجود سوء ظن کی کیفیت باقی رکھتے ہوئے ہوشیار رہنا چاہئے۔ ان کی چھوٹی حرکتیں اور ہلکے مناظر دشمنی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

اسلام کی تاکید یہ ہے کہ اسلامی نظام وحکومت اغیار کے مقابلہ میں زیادہ

....

(۱) سورہ مائدہ/۱۳۔

سے زیادہ قدرت وطاقت کا حصول کریں، اس قدر قوی اور طاقتور ہوں کہ دشمن تجاوز کا خیال بھی دل میں نہ لا سکے۔

﴿و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم﴾ (۱)

اور تم سب ان کے مقابلہ کی لئے امکانی قوت اور گھوڑے کی صف بندی (سلاح) کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن سب کو خوف زدہ کردو۔

آیت قرآن سے استفادہ ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں قوی وقدرت مند ہونا، جدید اسلحہ جات سے آراستہ ہونا ضروری ہے تا کہ اسلامی حکومت ونظام کا دفاع کیا جاسکے، ﴿ما استطعتم﴾ عبارت کا مفہوم وسیع ہے وسائل و سلاح، اطلاعاتی ونظامی، اقتصادی وسیاسی، فرہنگی وثقافتی آمادگی، سب پر منطبق ہوتا ہے، جیسا کہ ذیل کی آیت میں کلمہ حذر کا مفہوم وسیع وعریض ہے۔

﴿يا ايها الذين آمنوا خذوا حذركم فانفروا ثبات او انفروا جميعا﴾ (۲)

....

(۱) سورہ انفال/۶۰۔

(۲) سورہ نساء/۷۱، بعض مفسرین نے کلمہ حذر کو اسلحہ سے تفسیر کی ہے حالانکہ حذر کے معنی وسیع ہیں وسائل جنگ سے مختص نہیں نساء کی آیت ۱۰۲ حذر و اسلحہ کے تفاوت کو پیش کر رہی ہے اس آیت میں دونوں لفظ کا استعمال ہوا ہے اور یہ تعدد معنا کی علامت ہے، ﴿ان تضعوا اسلحتكم و خذوا حذركم﴾۔

اے صاحبان ایمان! اپنے تحفظ کا سامان سنبھال لو اور گروہ در گروہ یا اکٹھا جیسا موقع ہو سب نکل پڑو۔

یہ آیت ایک جامع وکلی آئین ودستور ہر زمان ومکان کے مسلمانوں کو دے رہی ہے، اپنی امنیت و سرحد کی حفاظت کے لئے ہر وقت آمادہ رہیں اجتماع ومعاشرے میں ایک قسم کی مادی ومعنوی آمادگی کا ہمیشہ وجود رہے۔

حذر کے معنی اس قدر وسیع ہیں کہ ہر قسم کے مادی ومعنوی وسائل پر اطلاق ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ مدام دشمن کی حرکات و سکنات، سلاح کی نوعیت، جنگ کے اطوار پر نگاہ رکھے رہیں، اس لئے کہ یہ تمام موارد دشمن کے خطرات کو روکنے میں مؤثر اور آیت حذر کے مفہوم کی نشان دہی ہے۔

آیت حذر کے دستور کے مطابق مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے تحفظ کے لئے زمان ومکان کے اعتبار سے انواع واقسام کے وسائل کو فراہم کریں، نیز ان وسائل وسلاح سے بہترین استفادہ کے طور وطریقہ کو بھی حاصل کریں۔

اصل سوم: اغیار سے دوستی و صمیمیت کا ممنوع ہونا

اغیار سے سیاسی رفتار وروابط کے سلسلہ میں اسلام کی نظر کے مطابق ان سے دوستانہ روابط و صمیم قلبی کو منع کیا گیا ہے، عداوت پسند افراد نیز وہ لوگ جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرتے ہیں ان سے سخت برتاؤ سے پیش آنا چاہئے۔

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم هزوا و لعبا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم و الکفار اولیاء و اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین و اذا نادیتم الی الصلاۃ اتخذوها هزوا و لعبا ذلک بانهم قوم لا یعقلون﴾ (۱)

اے ایمان والو! خبردار اہل کتاب میں جن لوگوں نے تمہارے دین کو مزاق و تماشا بنا لیا ہے اور دیگر کفار کو بھی اپنا ولی (دوست) و سرپرست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو، اگر تم واقعی صاحب ایمان ہو اور تم جب نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو مذاق و کھیل بنا لیتے ہیں اس لئے کے یہ بالکل بے عقل قوم ہیں۔

ہزو تمسخر آمیز گفتگو و حرکات کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی قدر و قیمت کو کم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

لعب، وہ افعال جن کے اہداف غلط یا بے ہدف ہوں ان پر اطلاق ہوتا ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مومنین کی حیا و غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسلامی مقدسات و دینی اقدار کو پامال کرنے والوں سے سخت اور تند برتاؤ کریں، اور ان کا یہ برتاؤ دینی تقوے کی ایک جھلک ہے، کیونکہ تقوا صرف فردی مسائل پر منحصر نہیں ہے۔

سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت میں بھی صریحاً اغیار سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

---

(۱) سورہ مائدہ/۵۷،۵۸۔

﴿یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاء کم من الحق﴾

اے ایمان والو خبردار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا، کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے، جو تمہارے پاس آچکا ہے۔

اس بنا پر تمام وہ افراد، جو دین اسلام اور اس کی شائستگی کے معتقد نہیں ہیں ان کا شمار اغیار و بیگانے میں ہوتا ہے، لہذا ان سے دوستی و نشست و برخاست کو منع کیا گیا ہے، قران مجید نے اغیار سے، خصوصا جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرتے ہے، فکری و ثقافتی قربت کو خسران و نقصان سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ رفت و آمد و دوستی کے اثرات انسان پر ضرور مرتب ہوتے ہیں اور اسی کے مثل بنا دیتے ہیں۔

﴿وقد نزّل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم﴾(۱)

اور اللہ نے کتاب میں یہ بات نازل کر دی ہے کہ جب آیات الٰہی کے بارے میں یہ سنو کہ ان کا انکار اور استہزا ہو رہا ہے تو خبردار ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ کرو جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں ورنہ تم انہیں کے مثل ہو جاؤ گے۔

....

(۱) سورہ نساء، ۱۴۰۔

بیان شدہ اصل سوم کا مفہوم یہ نہیں کہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مسالمت آمیز زندگی کی نفی کی جائے یا ان کے انسانی حقوق کو ضائع کیا جائے غیر اسلامی حکومتوں سے رابطہ نہ رکھا جائے (۱)

بلکہ اصل سوم کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان دشمن سے دوستانہ و صمیمی روابط سے پرہیز کریں اغیار کی اطاعت واثر پذیری سے دور رہیں، ان کو فکری وسیاسی اعتبار سے غیر ہی سمجھیں ،قرآن اغیار پرستی سے مبارزہ اور برائت کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے مقلدین کی سیرت کو بطور نمونہ پیش کر رہا ہے آپ اور آپ کے اصحاب اپنی ہی قوم کی بت پرستی کو مشاہدہ کرنے کے بعد ،باوجودیکہ ان کے قرابتدار بھی اس میں شریک تھے ان کے افعال سے برائت کرتے ہیں۔

﴿قد كانت لكم اسوة حسنة فى ابراهيم والذين معه اذ قالوا لقومهم انّا برآؤا منكم ومما تعبدون من دون الله كفرنا بكم وبدا بيننا وبينكم العداوة والبغضاء ابدا حتّى تؤمنوا بالله وحده ؛﴾(۲)

تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ابراہیم اوران کے ساتھیوں میں ہے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہدیا ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں

---

(۱) اس سلسلہ میں بحث اصل چہارم میں پیش کی جائے گی۔

(۲) سورہ ممتحنہ ر۴۔

ہم نے تمہارا انکار کر دیا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض اور عداوت بالکل واضح ہے یہاں تک کہ تم خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ۔

اصل چہارم: غیر حربی اغیار سے صلح آمیز روابط رکھنا

اسلام کے سیاسی نظریہ واصول میں اغیار و بیگانے کی دو قسم ہیں۔

۱۔ حربی: وہ افراد اور حکومت جو اسلامی حکومت اور نظام سے برسرپیکار ہیں اور مدام سازشیں و خیانتیں کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ غیر حربی: وہ کفار جو اپنے دین و مذہب پر عمل کرتے ہوئے اسلامی سرزمین پر اسلامی قانون کے تحت اسلامی حکومت کو جزیہ دیتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں، یا وہ ممالک جو اسلامی حکومت سے پیمان صلح یا اس کے مثل عہد و پیمان رکھتے ہیں، اور اس عہد کے پابند بھی ہیں۔

اگرچہ دونوں ہی دستہ کا فکری وثقافتی اعتبار سے اغیار میں شمار ہوتا ہے اور اصل سوم میں شمولیت رکھتے ہیں لیکن ان سے معاشرتی وسماجی رفتار وسلوک میں فرق ہونا چاہئے۔

قرآن کریم ان سے رفتار و برتاؤ کی نوعیت کو بیان کر رہا ہے۔

﴿لا ینھا کم اللہ عن الذین لم یقا تلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبرّوھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھا کم اللہ عن الذین

قاتلوكم في الدين واخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم ومن يتولهم فاولئك هم الظالمون﴾(۱)

خدا تمہیں ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں وطن سے نہیں نکالا ہے اس بات سے نہیں روکتا ہے کہ تم انکے ساتھ نیکی اور انصاف کرو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے وہ تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین میں جنگ کی ہے، اور تمہیں وطن سے نکال باہر کیا ہے اور تمہارے نکالنے پر دشمن کی مدد کی ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ یقیناً ظالم ہوگا۔

آیت مذکورہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ وہ افراد یا حکومتیں جو مومنین کے حق میں ظالمانہ رویہ اپناتی ہیں نیز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناشائستہ عمل انجام دیتی ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی مساعدت کرتی ہیں، اہل اسلام کے وظائف کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے سخت وتند رفتار کا مظاہرہ کریں، ان سے ہر قسم کے سماجی ومعاشرتی رابطہ کو منقطع کردیں، لیکن وہ افراد جو بے طرف رہے ہیں مسلمانوں کے خلاف سازش میں ملوث نہیں رہے ہیں ان کے حقوق کی رعایت اور اسلامی حکومت کی حمایت حاصل ہونا چاہئے، ان پر ظلم وتعدی شدید ممنوع ہے۔

---

(۱) سورہ ممتحنہ ۸،۹۔

پیامبر عظیم الشانؐ فرماتے ہیں:

((من ظلم معاهداً و تخلّف فوق طاقته فانا حجيجه))(۱)

جو شخص بھی معاہد پر ظلم کرے گا میں روز قیامت اس سے باز پرس کروں گا۔

معاہد سے مراد وہ یہودی و نصرانی ہیں جو جزیہ دیتے ہوئے اسلامی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں، اسلامی فقہ میں اغیار سے روابط کے تمام حقوق جوانب توجہ کے قابل ہیں، اگر اغیار و بیگانے سیاسی و فکری اعتبار سے مسالمت آمیز زندگی کی رعایت کریں مسلمانوں کے حقوق کا احترام کریں تو وہ اپنے تمام بنیادی اور جمہوری حقوق سے فیضیاب ہو سکتے ہیں کسی کو ان سے مزاحمت کا حق نہیں، ذیل کا واقعہ اسلامی نظام اور حکومت میں اغیار غیر حربی کے بنیادی حقوق کی رعایت کا آشکار نمونہ ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے ایک نابینا بوڑھے آدمی کو دیکھا جو گدائی کر رہا تھا جب مولا نے اس کے احوال دریافت کیے تو معلوم ہوا وہ نصرانی ہے علی علیہ السلام رنجیدہ خاطر ہوئے، فرمایا: وہ تمہارے درمیان میں تھا اس سے کام لیا گیا، لیکن جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا، آپ نے اس کے مخارج بیت المال سے اداء کرنے کا حکم دیا (۲)

....

(۱) فتوح البلدان، ص ۱۶۷۔

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۴۹۔

منافقین کا اغیار سے ارتباط اور ان کا طرز عمل

گزشتہ بحث میں اغیار سے روابط اور اسلام کے کلی و جامع اصول پیش کئے جا چکے ہیں، اب اغیار کے سلسلہ میں منافقین کی روش اور طرز عمل کا مختصر تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین تمام دوستی و محبت اغیار اور بیگانوں پر نچھاور کرتے ہیں، یہ مسلمانوں کے ساتھ شرارت و خباثت سے پیش آتے ہیں، مومنین کو حقارت و ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تمسخر و نکتہ چینی ان کا مشغلہ ہے ان کی تمام سعی و کوشش اور جد و جہد یہ ہوتی ہے کہ اغیار سے قریب تر ہو جائیں اغیار سے صمیمیت و اخلاص اور دوستانہ رفتار و گفتار کے حامی ہیں۔

﴿الم تر الی الذین تولّوا قوما غضب اللہ علیھم ما ھم منکم ولا منھم ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون﴾ (۱)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جنھوں نے اس قوم سے دوستی کر لی ہے جس پر خدا نے عذاب نازل کیا ہے کہ یہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں اور یہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خود بھی اپنے جھوٹ سے باخبر ہیں۔

منافقین کے بیگانوں سے ارتباط کے جلووں میں سے، مشترک کانفرنس کا انجام دینا، ان سے ہم آواز و ہم نشین ہونا ہے، قرآن صریح الفاظ میں کفار اور الٰہی

---

(۱) سورہ مجادلہ/۱۴۔

دستور و آئین کا استہزا کرنے والوں کے ساتھ ہم نشینی کو منع کرتا ہے۔

﴿و اذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره﴾(۱)

اور جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات کا استہزاء و تمسخر کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف ہو جائیں۔

لیکن قرآن کے صریح دستور و حکم کے باوجود منافقین، مخفی طریقہ سے اغیار کے جلسات و نشست میں شریک ہوا کرتے تھے لہذا سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ منافقین کو اس رفتار و طرز عمل پر سرزنش و توبیخ کر رہی ہے۔

منافقین کے اجنبی و غیر پرستی کے مظاہر میں سے ایک، ان کے لئے مطیع و فرمان بردار ہونا ہے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۹ منافقین کی اسی روش کو بیان کر رہی ہے اگر تم کفار کے مطیع و دوست ہو گے جیسا کہ بعض منافقین کا یہ طرز عمل ہے تو قدیم و جاہلی اطوار کی طرف پلٹا دیئے جاؤ گے۔

﴿یا ایها الذین آمنوا ان تطیعو الذین کفروا یردو کم علی اعقابکم﴾(۲)

اے ایمان لانے والو اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہیں گذشتہ طرز زندگی و عمل کی طرف پلٹا لے جائیں گے۔

---

(۱) سورہ انعام/۶۸۔

(۲) سورہ آل عمران/۱۴۹۔

دشمنوں کی جماعت میں مدام مومنین سے عداوت ودشمنی رکھنے والے بعض یہودی ہیں خدا نے قرآن مجید میں دشمنوں کے عمومی وکلی اوصاف کو بیان کیا ہے لیکن اس عمومیت کے باوجود بعض دشمنوں کے اوصاف کے ساتھ ان کے نام کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس میں یہودی سرفہرست ہیں۔

ہم جب عصر پیامبر عظیم الشان کے منافقین کی تاریخ کی تحقیق کرتے ہیں تو منافقین کے روابط کے شواہد یہودی کے تینوں گروہ بنی قینقاع، بنی نظیر، بنی قریظہ میں پائے جاتے ہیں۔

اغیار سے منافقین کے روابط کا فلسفہ

وہ اہم نکتہ جس کی اس فصل مین تحقیق ہونی چاہئے یہ کہ اغیار سے منافقین کے ارتباط کی حکمت کا پس منظر کیا ہے، وہ کن مضمرات کی بنا پر اس سیاست کے پجاری ہیں، قرآن مجید منافقین کے اغیار سے روابط کی ریشہ یابی کرتے ہوئے دو وجہ کو بیان کر رہا ہے:

۱۔تحصیل عزت ۲۔رعب وحشت

۱۔تحصیل عزت: منافقین اپنے اس رویہ وطرز عمل کے ذریعہ محبوبیت وشہرت، عزت ومنصب کے طلب گار ہیں، منافقین اغیار کے زیر سایہ خواہشات نفسانی کی تکمیل کے آرزو مند ہیں، شرک کا آشکار ترین جلوہ، وقار وعزت کو کسب کرنے کے لئے غیر (خدا) سے تمسک کرنا ہے۔

﴿واتخذوا من دون الله الهةً ليكونوا لهم عزّاً﴾(۱)

اوران لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا اختیار کر لئے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے باعث عزت رہے(کیا خام خیالی ہے!)۔

اسی طریقہ سے منافقین جو باطن میں مشرک ہیں ،اغیار سے وابستگی و تعلقات کے ذریعہ عزت وآبرو کسب کرنا چاہتے ہیں۔

﴿الذين يتّخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين أيبتغون عند هم العزة فان العّزة لله جميعا﴾(۲)

جو لوگ مومنین کو چھوڑ کر کفار کو ولی وسرپرست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کررہے ہیں جب کہ ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔

خداوند تبارک وتعالی نے عزت کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے، پیامبر عظیمؐ المرتبت اور صاحبان ایمان کی عزت کا سرچشمہ عزت الٰہی ہے، منافقین عدم ایمان کی بنا پر اس کو درک کرنے سے قاصر ہیں۔

﴿ولله العزّة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون﴾(۳)

ساری عزت اللہ، رسول ،اور صاحبان ایمان کی لئے ہی ہے اور منافقین یہ

....

(۱) سورہ مریم/۸۱۔

(۲) سورہ نساء/۱۳۹۔

(۳) سورہ منافقون/۸۔

جانتے بھی نہیں ہیں۔

قرآن کریم فقط اللہ تعالی کے وجود اقدس اور جہان کے حقیقی صاحب عزت (محبوب) سے تمسک کو عزت وعظمت کا سرچشمہ جانتا ہے۔

﴿من کان یرید العزّة فللّٰه العزّة جمیعا﴾(۱)

جو شخص بھی عزت کا طلب گار ہے وہ یہ سمجھ لے کہ عزت سب پروردگار کے لئے ہے۔

اسی ذیل کی آیت میں پیامبر اکرمؐ سے نقل کیا گیا ہے کہ تحصیل عزت کا واحد راستہ خدا کی اطاعت وفرمان برداری ہے۔

((ان اللّٰه یقول کلّ یوم انا ربّکم العزیز فمن اراد عزّ الدارین فلیطع العزیز))(۲)

خداوند عالم ہر روز اعلان کرتا ہے کہ میں تمہارا عزت دار پروردگار ہوں جو شخص بھی آخرت ودنیا کی عزت کا خواہش مند ہے اسے چاہئے کہ حقیقی صاحب عزت کا مطیع وفرمانبردار ہو۔

شاید کوئی فرد خدا کی اطاعت کے بغیر کسی اور طریقہ سے عزت کا حصول کرلے، لیکن یہ عزت وقتی وکھوکھلی ہوتی ہے یہی عزت اس کے لئے ذلت کا سبب بن جاتی ہے۔

....

(۱) سورہ فاطر/۱۰۔

(۲) الدر المنصور، ج۲، ص۱۷۷۔

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

((من اعتز بغیر اللّٰہ اھلکہ العز))(۱)

جو شخص غیر خدا سے عزت یافتہ ہے وہ عزت اس کو تباہ کردے گی۔

((العزیز بغیر اللّٰہ ذلیل))(۲)

وہ عزت جو غیر خدا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے ذلت میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔

قرآن کی نظر میں وہ عزت جو خدا کی طرف سے عطا نہ ہو وہ تار عنکبوت کے مانند ہے جس کا شمار غیر مستحکم ترین گھروں میں ہوتا ہے۔

﴿مثل الذین اتّخذوا من دون اللّٰہ أولیاء کمثل العنکبوت اتّخذت بیتاً و إنّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون﴾(۳)

اور جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنا لئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ اس نے گھر تو بنا لیا لیکن سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر ان لوگوں کے پاس علم و ادراک ہو (تو سمجھیں)۔

یہ آیت منافقین کی وضعیت کو سلیس و دلربا مفہوم، خوش گفتار تشبیہ، دقیق

---

(۱) میزان الحکمہ، ج۶، ص۲۸۹۔

(۲) بحار الانوار، ج۷۸، ص۱۰۔

(۳) سورہ عنکبوت/۴۱۔

مثال کے ذریعہ ترسیم کر رہی ہے۔

عنکبوت کے آشیانے بہت ہی نازک تار کے ذریعہ بنے ہوتے ہیں، نہ دیوار ہوتی ہے نہ چھت، دروازے اور صحن کی بات ہی الگ ہے اس کے میٹیریل اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ کسی حادثہ کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے، بارش کے چند قطرے اس کو تباہ و برباد، آگ کے ہلکے شعلہ اسے خاکستر، گرد و غبار کے خفیف جھٹکے اس کو صفحۂ ہستی سے محو کرنے کے لئے کافی ہے کسی بھی مسئلہ میں غیر خدا پر اعتماد و اعتبار خصوصاً عزت و آبرو کسب کرنے کے لیے، یقیناً اسی نوعیت کے ہیں، بی ثبات و ناتواں، نا قابل بھروسہ، حوادث کے مقابلہ میں غیر مستحکم، غیر خدا جو بھی اور جیسا بھی ہو عزت و عظمت کا حامل ہے ہی نہیں کہ عزت بخشش و نچھاور کر سکے۔

اگر ہزاروں مکر و فریب کے بعد ظاہری طاقت و قوت حاصل کر بھی لی، اور کسی شخص کو عزت و مقام دے کر قابل عزت بنا بھی دیا تو بھی یہ (عزت) قابل اعتماد نہیں ہو سکتی اس لئے کہ جس وقت بھی ان کے منافع اقتضا کریں گے وہ بے درنگ اپنے صمیمی اتحادی گروہ کو ترک کر دیں گے اور توانائی و قدرت حاصل ہونے کی صورت میں وہ تمہیں خاکِ ذلت پر بیٹھا دیں گے۔

۲۔ رعب وحشت: منافقین کا اغیار سے پیوستہ دوستانہ روابط کا ہونا، ان سے وحشت زدہ ہونے کی علامت ہے، ان کے خیال خام میں یہ آئندہ اوضاع و احوال پر مسلط نہ ہو جائیں، اس لئے ان سے خائف رہتے ہیں، یہ اس بنا پر بیگانوں سے

دوستانہ روابط برقرار رکھتے ہیں کہ اگر ایک روز حکومت وطاقت ان کے ہاتھوں میں آجائے تو اپنی عزیز دنیا کو بچاسکیں، زندگی وحیات کا تحفظ کرسکیں، اسلام کے نظریہ کے مطابق وہ فرد جس کی روح وجان گوہر ایمان سے آراستہ ہوچکی ہے وہ صرف اللہ سے خائف رہتا ہے، غیر اللہ سے ذرہ برابر بھی وحشت زدہ نہیں ہوتا، اللہ کی سفارش یہ ہے کہ خوف وخشیت اس کے لئے ہو، اور کسی قدرت وطاقت سے خوفزدہ نہ ہوجائے یہ فقط ایمان ہی کی بنا پر عملی ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کی تعریف ان صفات کے ذریعہ کررہا ہے:

﴿الذین یبلّغون رسالات اللّٰہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللّٰہ﴾(۱)

وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں دل میں اسی کا خوف رکھتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

پیغمبران الٰہی اور حقیقی صاحبان ایمان صرف یہی نہیں کہ غیر اللہ کی قدرت وطاقت سے ہراساں نہیں ہوتے، بلکہ جس قدر ان کو خوفزدہ اور ہراساں کیا جاتا ہے اسی اعتبار سے ان کا ایمان واعتماد خدا کی طاقت وقدرت پر زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

﴿الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللّٰہ ونعم

....

(۱) سورہ احزاب/۳۹۔

الوکیل﴾(۱)

یہ وہ ایمان والے ہیں کے جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہذا ان سے ڈروتو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا۔ اور انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

مذکورہ آیت میں زیادی ایمان اور خدا پر توکل، نیز خوف الٰہی اور دلوں میں اس کی عظمت ایک فطری امر ہے۔

افراد جس قدر خدا کی عظمت، قدرت، شوکت، کو زیادہ سے زیادہ درک کریں اور خالص وحدانیت سے نزدیک تر ہوں، تمام قدرت واقتدار ان کی نظروں میں پست سے پست نظر آئیں گے۔

امیر المومنین حضرت علی متقین کے صفات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((عظم الخالق فی انفسهم فصغر مادونه فی اعینهم))(۱)

خالق ان کی نگاہ میں اسقدر عظیم ہے کہ ساری دنیا نگاہوں سے گرگئی ہے۔

اگر انسان خدا سے ویسے ہی خائف رہے جیسا کہ خائف ہونے کا حق ہے اور محبت خدا سے اس کے قلب لبریز ہو تو سب کے سب اس کی عظمت کے معترف اور محبت کے قائل ہوجائیں گے لیکن اگر حریم پروردگار کہ جس کے لئے

(۱) سورہ آل عمران/۱۷۳۔

(۲) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۳۔

شائستہ وسزاوار ہے، رعایت نہ کی، تو ہرشی سے وہ خوف زدہ ومقہور رہتا ہے، مجاہدین راہ حقیقت وہدایت کی صلابت واستقامت نیز راہ حق وہدایت سے منخرفین کی دائمی تشویش اور اضطراب کا راز یہی ہے۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

((من خاف اللّٰہ اخاف اللّٰہ منه کل شیء ومن لم یخف اللّٰہ اخافه اللّٰہ من کل شیء))(۱)

جو خدا سے خائف ہوتا ہے خدا ہرشی سے اس کے خوف کو ختم کر دیتا ہے اور جو خدا سے خائف نہیں ہوتا خدا اس کو ہرشی سے مرعوب کر دیتا ہے۔

وہ منافقین جو ادنیٰ درجہ کے ایمان سے خالی ہیں اور توحید کے معانی درک کرنے سے قاصر، مادہ پرست طاقتوں کی وحشت وہیبت اس قدر ان کے افکار پر طاری ہے کہ ان سے ایجاد روابط کے لئے کوشاں ہیں کہ آئندہ کہیں یہ تسلط پیدا نہ کرلیں۔

﴿فتری الذین فی قلوبهم مرض یسارعون فیهم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرة فعصی اللّٰہ ان یأتی بالفتح أو أمر من عنده فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسهم نادمین﴾(۲)

---

(۱) اصول کافی، ج۲، ص۶۸۔

(۲) سورہ مائدہ/۵۲۔

پیامبر! آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان کی طرف (یہود و نصاریٰ) جا رہے ہیں اور یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں گردش زمانہ کا خوف ہے پس عنقریب خدا اپنی طرف سے فتح یا کوئی دوسرا امر لے آئے گا تو اپنے دل کے چھپائے ہوئے راز پر پشیمان ہو جائیں گے۔

بیگانوں و اغیار سے منافقین کے ایجاد روابط کا فلسفہ یہ ہے کہ اگر آئندہ اغیار مسلمانوں پر غالب ہو جائیں تو اپنے مخفی ارتباط کے صلہ میں حیات اور اموال کا تحفظ کر سکیں، قرآن مجید منافقین کے اس طرز فکر و منطق کا جواب مذکورہ آیت سے دے رہا ہے، قضیہ کے اس پہلو کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے کہ اگر مسلمانوں کو فتح و کامرانی ملی تو یہ صاحب قدرت و سطوت ہوں گے اس صورت میں تمہارا کیا حال ہوگا؟ یقیناً اہل اسلام فاتح و کامیاب ہوں گے اور تم (منافقین) اپنی زشت حرکات اور غلط افعال کی وجہ سے پشیمان و شرمندہ ہوگے۔

منافقین کے سیاسی خصائص

ولایت ستیزی

ولایت اور اسلام میں ولایت پذیری

منافقین کی سیاسی رفتار و کردار کی دوسری خصوصیت وصفت، ولایت ستیزی ہے اس بحث کی تحقیق سے قبل، مقدمہ کے عنوان سے بہ طور اختصار، اسلام کی نگاہ میں ولایت پذیری اور ولایت کی منزلت و مقام کے سلسلہ میں کچھ باتیں عرض کرنا ضروری ہے تاکہ منافقین کی ولایت ستیزی نیز رفتار و سیاست کو قرآنی شواہد کی روشنی میں تحقیق کی جاسکے۔

اسلام کی نگاہ میں ولایت اور ولایت پذیری ، اصول اعتقادی و عملی دونوں ہی سے مرتبط ہے، اصول اعتقادی کی بنیاد پر نبوت و امامت کا تعلق عقائد اور اصول دین سے ہے، اصول عملی کی بنیاد پر ولی کی اطاعت کا واجب ہونا اثبات

ولایت کا لازمہ ہے، یعنی ولی کی اطاعت اور اس کے دستور و حکم کو قبول کرنا اسی وقت ہوگا جب اسے ہم اپنے اوپر حاکم قرار دیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ ایک حدیث میں اسلام کے عملی عمود و ستون کا ذکر کرتے ہوئے ولایت کو اہم ترین ستون قرار دیتے ہیں۔

((بنی الاسلام علی خمس علی الصلوة و الزکاة و الصوم و الحج و الولایة ولم یناد بشیء ما نودی بالولایة))(۱)

اسلام کی بنا پانچ (عملی ستون) پر واقع ہے نماز، زکاۃ، روزہ، حج، ولایت، کسی بھی موارد کی، ولایت کے مثل سفارش نہیں کی گئی ہے۔

قرآن کریم اور روایات میں تولاّ اور ولایت پذیری، محبت اور قلبی لگاؤ کے مرتبے سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے، اسلام میں مسئلہ ولایت کا پایا جانا، اسلام کے سیاسی نظریہ کے اہم ترین مبانی میں سے ہے، ولایت، نظام اسلامی کے فقرات کے مثل ہے۔

اگرچہ قرآن میں رسول اکرمؐ و حضرت علیؑ کی ولایت کی گفتگو ہے، لیکن یہ ولایت حاکمیت کے معنا میں ہے، ولایت پذیری، یعنی ولایت کے دستور و احکام کی عملی اطاعت اگرچہ اہلبیت اطہارؑ کی محبت و مودت کا دینی اقدار کی بنا پر ایک الگ ہی مقام ہے۔

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج۱، ص۱۰۔

﴿النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم﴾(۱)

بے شک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ اولی ہے۔

﴿انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ وھم راکعون﴾(۲)

ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

نبوت وامامت کا لازمہ حاکمیت وولایت کا وجود ہے، ان لوگوں کی ولایت کی مشروعیت (جواز) کا منشا وہی ہے جس نے ان کو رسالت اور امامت عطا کی ہے۔

﴿وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ﴾(۳)

اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا ہے مگر صرف اس لئے کہ حکم خدا سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ولایت پذیری، کمال مطلق سے عشق ومحبت کا جلوہ ہے اور الٰہی حاکمیت کو قبول کرنے کا لازمہ ہے۔

وہ شخص جس کے وجود میں توحید خالص نیز کمال حقیقی کی محبت کی جڑیں مضبوط ہوں گی اور وہ محبوب الٰہی کا اشتیاق مند ہوگا یقیناً وہ ولایت پذیر ہوگا۔

....

(۱) سورہ احزاب/۶۔

(۲) سورہ مائدہ/۵۵۔

(۳) سورہ نساء/۶۴۔

﴿قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ﴾(۱)

ای پیامبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔

اس اعتبار سے مومنین، حقیقی ولایت کو قبول کرنے والے ہیں قرآن کے صریح دستورات کی پیروی کرتے ہوئے خداوند عالم کی طرف سے نصب شدہ ولی کو قبول کرنا مومنین کے صفات میں سے ہے۔

﴿انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا واولئک ھم المفلحون﴾(۲)

مومنین کو تو خدا اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں تو ان کا قول صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور یہی لوگ درحقیقت فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں سعادت کا یک وتنہا راستہ یہی ہے، اولیا حق کی محبت کے راستہ سے خارج ہونا باطل اور طاغوت کی آغوش میں گر پڑنا ہے، اس لئے کہ حق کے بعد باطل کے علاوہ کچھ بھی نہیں (۳)

﴿ومن یطع اللّٰہ ورسولہ ویخش اللّٰہ و یتقہ فاولئک

---

(۱) سورہ آل عمران/۳۱۔

(۲) سورہ نور/۵۱۔

(۳) سورہ یونس/۳۲،"فما ذا بعد الحق الا الضلال"۔

هم الفائزون ﴾(۱)

اور جو بھی اللہ ورسول کی اطاعت کرے گا اور اس کے دل میں خوف خدا ہوگا اور وہ پرہیزگاری اختیار کرے گا تو وہی کامیاب کہا جائے گا۔

پیامبر اکرمؐ وائمہ اطہارؑ کے بلند پایہ اور ممتاز اصحاب، ولایت پرستی کے بلند مقام پر فائز تھے اور اس پر افتخار کیا کرتے تھے، عبداللہ بن ابی یعفور اس گروہ میں سے ہیں وہ مفسر قرآن تھے اور کوفہ میں درس تفسیر دیا کرتے تھے، حضرت امام صادقؑ آپ سے بے حد محبت واحترام کرتے تھے، امام صادقؑ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

((ما وجدت احدا يقبل وصيتي ويطيع امري الاعبدالله بن ابي يعفور))(۲)

کسی کو عبداللہ بن ابی یعفور جیسا نہیں پایا وہ میرے دستورات ونصائح کو قبول کرتے ہیں اور میرے حکم کے فرمان بردار ہیں۔

بغیر قید وشرط کے ولایت پذیری ان کی ممتاز خصوصیت تھی، ایک دن امام صادقؑ سے عرض کیا: اگر آپ ایک انار دو حصے میں تقسیم کریں، اس کے ایک حصے کو حلال دوسرے حصے کو حرام بتائیں، آپ کے حلال بتائے ہوئے حصے کو حلال اور حرام حصے کو حرام سمجھوں گا۔

....

(۱) سورہ نور/۵۲۔

(۲) قاموس الرجال، ج ۶، ص ۱۲۱۔

حضرت امام صادقؑ نے ان کی اس ارادت واطاعت کو دیکھتے ہوئے فرمایا :((رحمک اللّٰہ)) خدا تم کو مشمول رحمت قرار دے۔

ولایت کے مسئلہ میں منافقین کی روش

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ عمیق وخالص نفاق کی علامت،عدم قبولیت ولایت اور ولایت ستیزی ہے۔

﴿و یقولون آمنّا با للّٰہ و بالرّسول و اطعنا ثم یتولّیٰ فریق منھم من بعد ذالک وما اولٰئک بالمؤمنین و اذا دعوا الی اللّٰہ و رسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون﴾(۱)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کے ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں، اور ان کی اطاعت کی ہے، اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منھ پھیر لیتا ہے، یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں، اور جب انہیں خدا و رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک فریق کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

مذکورہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ اور ایک فرد کے درمیان جس نے آپ سے زمین خریدی تھی اختلاف در پیش ہوا وہ مرد اس پتھر کی بنا پر جو زمین میں تھے معیوب قرار دے رہا تھا اور معاملہ کو

---

(۱) سورہ نور، ۴۷،۴۸۔

فسخ کرنا چاہتا تھا امام علیؑ نے قضاوت کے لئے رسولؐ اسلام کی پیش کش کی، لیکن حکم بن ابی العاص جس کا شمار منافقوں میں ہوتا تھا اس نے خریدار کو ورغلایا کہ اگر رسولؐ اسلام کے پاس جاؤ گے تو وہ حضرت علیؑ کے فائدہ میں فیصلہ کریں گے کیونکہ علیؑ ان کے چچازاد بھائی ہیں۔

یہ آیت اسی مناسبت سے نازل ہوئی اور حکم بن ابی العاص کی شدت سے سرزنش کی اور اس بات کا اضافہ بھی کیا کہ، اگر حق ان کے ساتھ ہو اور فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہے تو وہ دست بستہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں لیکن اب جب کہ وہ جانتے ہیں کے حق ان لوگوں کے ساتھ نہیں تو پیامبرؐ اسلام کی قضاوت سے منھ موڑ لیتے ہیں(۱)

منافقین، حق کی حکومت اور اسلامی نظام کی حاکمیت کے دشمن ہونے کی بنا پر طاغوت کے قبضہ و دبدبہ کو وجود بخشنے کی فکر میں رہتے ہیں، ہمیشہ اسلامی نظام کے اہم ترین رکن، ولایت سے برسرپیکار رہے ہیں، مختلف اطوار سے اپنے اس کینہ و عداوت کو بروئے کار لاتے ہیں۔

حقیقی ولایت پرستی، اور ولایت پرست ہونے کا نعرہ بلند کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، منافقین نہ صرف یہ کہ زبان سے ولایت کو قبول نہ کرنے کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ولایت پذیری کے نعروں کے ذریعہ اپنے کو سب سے زیادہ ولایتی

....

(۱) سورہ نور/۴۹۔

فرد بتاتے ہیں، لیکن پس پردہ ولایت ستیزی و ولایت کے خلاف عملی اقدام کی فکر و ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

ولایت ستیزی کے عملی مناظر

جس طریقہ سے صاحبان ایمان کی ولایت پرستی اور ولایت پذیری کے خاص عملی جلوے نظر آتے ہیں، منافقین کی بھی ولایت ستیزی کی جلوہ افروزی کم نہیں، ان جلوے اور مناظر کے ذریعہ تحریک نفاق کی شناخت بخیر و خوبی کی جاسکتی ہے قرآن مجید منافقین کی ولایت سے برسرپیکار عملی جلوے و مناظر کے چند نمونے پیش کر رہا ہے۔

۱۔ دینی حکومت و حاکمیت کو قبول نہ کرنا: منافقین کی ولایت ستیزی کا ایک عملی نمونہ ان کا دینی حکومت و اسلامی نظام کی حاکمیت کو قبول کرنے سے انکار کرنا ہے، اسلام کے سیاسی نظریہ میں ولایت، اسلامی نظام کا اہم ترین رکن ہے بغیر ولایت کے حکومت کا نظام ایک طاغوتی نظام ہے۔

قرآن کریم کے پیش نظر ایمان کا معیار و پیمانہ ولایت کے دستور و احکام کو از حیث قلب و عمل قبول و تسلیم کرنا ہے۔

﴿فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلّموا تسلیما﴾(۱)

---

(۱) سورہ نساء/۶۵۔

پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحبان ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں ، اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں۔

روایات میں بھی اس نکتہ کی تصریح کی گئی ہے، اس عصر و زمان میں جب کہ اسلامی نظام وحکومت قائم نہیں ہے، اہلبیت اطہارؑ کے افکار کے مقلدین کو طاغوت کی حاکمیت قبول نہیں کرنا چاہئے ،اس حالت میں اسلامی نظام کی حاکمیت کے عصر میں ان کا وظیفہ بالکل عیاں وآشکار ہے، حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

((من تحاكم اليهم فى حق او باطل فانما تحاكم الى الطاغوت و ما يحكم له فانما ياخذ سحتا و ان كان حقه ثابتا لانه اخذه بحكم الطاغوت و قد امر الله ان يكفر به)) (۱)

کسی شخص کا اپنے اس حق کے لئے جو ضائع ہوگیا ہے یا باطل دعویٰ کے سلسلہ میں ان (اہل باطل وظالم) کے پاس جانا یعنی محاکمہ کے لئے طاغوت کے پاس جانے کے مترادف ہے، اور جو کچھ ان کی حکمیت کے ذریعہ حاصل کیا ہے وہ حرام ہے چاہے اس کا حق ہی کیوں نہ ہو اس لے کہ اپنے حق کو طاغوت کے ذریعہ حاصل کیا ہے، حالانکہ خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

....

(۱) وسائل الشیعہ ، ج ۱۸، ص ۳۔

نفاق کی اہم خصوصیت، دینی حکومت کا انکار اور اغیار کی حکومت و حاکمیت کا اقرار ہے، منافقین پیامبر اسلامؐ اور دین و مذہب کی حاکمیت کو قبول نہیں کرتے ہیں، لیکن طاغوت کی حاکمیت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔

﴿ألم تر الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحا کموا الی الطّاغوت وقد أمروا ان یکفروا بہ﴾ (۱)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئیں ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جب کے انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

تفاسیر کی کتب میں آیا ہے کہ ایک منافق کا یہودی فرد سے اختلاف ہوگیا یہودی شخص نے اس منافق کو پیامبر عظیمؐ الشان کی قضاوت قبول کرنے کی دعوت دی، کہا تمہارے پیامبرؐ جو حکم بھی کریں گے اس کو قبول کرلوں گا، لیکن اس منافق نے رسوؐل اعظم کی حکمیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسے کعب بن اشرف یہودی کی حکمیت کی دعوت دی، مذکورہ آیت منافقت کی غلط سیاست و رفتار کی سرزنش کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے (۲)

....

(۱) سورہ نساء/۶۰۔

(۲) مواہب الرحمٰن، ج۸، ص۲۵۳۔

منافقین ہمیشہ پیامبر عظیم الشانؐ کے دستورات واحکام سے مقابلہ اور صف آرائی میں مشغول رہتے تھے، نہ خود ہی حق وحقیقت کی اطاعت کرتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو اس کی اجازت دیتے تھے۔

﴿اذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل اللّٰه والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنک صدودا﴾(۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حکم خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف آؤ تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ شدت سے انکار کرتے ہیں۔

منافقین نہ صرف یہ کہ دین کی حاکمیت کو قبول نہیں کرتے اور خود کو اس کے حوالہ نہیں کرتے، بلکہ مدام اسلامی نظام کی حاکمیت اور دین ومذہب کی قدرت کی تضعیف وتحقیر میں مشغول رہتے ہیں۔

پیامبر اکرمؐ کی حاکمیت کو ضعیف وکمزور کرنے کے لئے منافقین کے طریقۂ کار میں سے ایک، اقتصادی ناکہ بندی اور مشکلات کی ایجاد، کا حربہ تھا جس کا استعمال ہمیشہ دشمنوں نے کیا ہے اور آج بھی اسلامی نظام کی تضعیف کے لئے اس حربہ سے استفادہ ہو رہا ہے۔

﴿هم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰه حتی ینفضوا﴾(۲)

(۱) سورہ نساء/۶۱۔

(۲) سورہ منافقون/۷۔

یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں۔

پیامبر رحمتؐ کے سلسلہ میں عبداللہ ابن ابی کی سازش یہ تھی کہ ہر قسم کا معاملہ اور خرید و فروخت، مہاجرین اور رسول خداؐ کے شیدائی افراد سے ممنوع قرار دیا جائے تا کہ اقتصادی و معاشی مشکلات کی بنا پر رسولؐ خدا کے شیدائی ان کے اطراف سے منتشر ہو جائیں۔

بالکل وہی پالیسی جو مشرکین قریش نے مکہ میں رسولؐ خدا کے ساتھ انجام دی تھی، قریش کے سرکردہ افراد نے ایک پیمان کو ترتیب دیا اور دستخط کے بعد خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیا، اس عہد و پیمان کی بنا پر ہر قسم کے اقتصادی معاشرتی روابط مسلمانوں سے ممنوع تھے، کسی کو بھی حق نہ تھا کہ بنی ہاشم، پیامبرؐ، اور ان کے اصحاب سے رشتہ داری کے روابط برقرار کرے، نیز بنی ہاشم سے ہر قسم کی دفاعی قرار داد کا انعقاد بھی ممنوع کر دیا گیا تھا۔

اس سازش کو عملی جامہ پہنایا گیا لیکن وہ تمام صعوبت اور رنج و تکلیف جو اس قرار اور پیمان کی بنا پر مسلمان شکار ہوئے، اہل اسلام کی استقامت و صبر کی بنا پر مشرکین کے سارے پروگرام نقش بر آب ہو گئے، اور اسلام کی طاقت و اقتدار میں اضافہ ہوتا رہا۔

تعجب آور ہے کہ رسول خداؐ کے بعد یہی پروگرام آپ کے وصی و جانشین

اور خلیفہ برحق حضرت علیؑ پر جاری کیا گیا، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے فدک غصب کرلیا گیا تاکہ حضرت علیؑ کی اقتصادی درآمد کے وسیلہ کو ختم کردیا جائے۔

۲۔ ولایت کے دستورات واحکام کی عملی مخالفت: منافقین کی ولایت کی عدم قبولیت کا ایک اور نمونہ، ولی کے فرامین کی عملی مخالفت ہے، سورہ نور کی آیت نمبر اکاون جو اس سے قبل پیش کی گئی ہے، ولایت کے اوامر کی سماعت اور اس کی اتباع، حقیقی صاحبان ایمان کے اوصاف وصفات میں شمار کیا گیا ہے، لیکن منافق دین کی حکمیت کو قبول نہیں کرتے ہیں، ظاہر میں پیروی کا ادعا کرتے ہیں، مگر اعمال میں ولی کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں۔

﴿ویقولون طاعة فاذا برزوا من عندک بیّت طائفة منهم غیر الذی تقول﴾(۱)

اور یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں، پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو پھر ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیریں کرتا ہے۔

قرآن کریم نے ایمان اور نفاق کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے معاشرتی و سیاسی میدان میں حضور کو، معیار ومحک قرار دیا ہے، صرف پیغمبر گرامی کی اجازت سے اس میدان کو ترک کیا جاسکتا ہے۔

﴿انما المؤمنون الذین آمنوا باللّٰہ ورسولہ واذا کانوا معہ

....

(۱) سورہ نساء/۸۱۔

علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستأ ذنوہ ان الذین یستأ ذنونک اولئک الذین یؤمنون باللّٰہ ورسولہ﴾(۱)

مومنین صرف وہ افراد ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں اور جب اجتماعی کام میں مصروف ہوں تو اس وقت تک کہیں نہ جائیں جب تک اجازت حاصل نہ ہو جائے، بے شک جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

مذکورہ آیت کے مصادیق میں سے ایک غسیل الملائکہ (ملائکہ کے ذریعہ غسل دئے ہوئے) حنظلہ ہیں جناب حنظلہ کی شادی ہی کی شب، مسلمان احد کے لئے حرکت کر رہے تھے، جناب حنظلہ نے رسولؐ گرامی سے اجازت چاہی کہ ایک شب شریک حیات کے پاس گزار کر صبح کو احد میں حاضر ہو جائیں گے، آپ نے اجازت بھی فرمادی جناب حنظلہ دوسرے روز احد پہونچ کر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور اسی جنگ میں درجۂ شہادت پر فائز بھی ہوئے، پیامبر گرامی نے شہادت کے بعد فرمایا: حنظلہ کو ملائکہ غسل دے رہے تھے۔

جناب حنظلہ کے عمل کے نقطۂ مقابل، جنگ خندق میں منافقین کی حرکت ہے، رسولؐ اسلام نے اس جنگ میں خندق بنانے کے لئے، دس دس افراد کا دستہ بنا کر ایک ایک حصہ ان کے حوالہ کر دیا تھا جس وقت منافقین مسلمانوں کی چشم سے پوشیدہ ہوتے تو

....

(۱) سورہ نور ۶۲۔

فریضہ سے سرپیچی کرتے اور جب مسلمان کی آہٹ پاتے تو مشغول ہو جاتے ذیل کی آیت منافقین کے زشت فعل کو بیان کر رہی ہے۔

﴿قد یعلم اللّٰہ الذین یتسللون منکم لواذاً فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم﴾(۱)

اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے خاموشی سے الگ ہو جاتے ہیں لہذا جو لوگ حکم خدا کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس امر سے ڈریں کہیں ان تک کوئی فتنہ پہونچ جائے یا کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔

دوسری آیت جو منافقین کی ،دستورات پیامبرؐ سے عملی مخالفت کو بیان کر رہی ہے، سورہ توبہ کی آیت نمبر ۸۱ کا سی ہے، خداوند عالم اس آیت اور بعد والی آیت میں منافقین کے عمل کی شدت سے سرزنش و توبیخ کرتے ہوئے سخت عذاب کا وعدہ دے رہا ہے۔

﴿فرح المخلّفون بمقعدھم خلاف رسول اللّٰہ و کرھوا أن یجاھدوا باموالھم واُنفسھم فی سبیل اللّٰہ وقالوا لا تنفروا فی الحرّ قل نار جھنّم اشدّ حرّا لو کانوا یفقھون فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا

....

(۱) سورہ نور ۶۳۔

جزاء بما کانو ایکسبون﴿(۱)

جو لوگ جنگ تبوک میں نہیں گئے وہ رسول اللہ کے پیچھے بیٹھے رہ جانے پر خوشحال ہیں اور انہیں اپنے جان و مال سے راہ خدا میں جہاد نا گوار معلوم ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ گرمی میں نہ نکلو تو اے پیامبرؐ! آپ کہہ دیجئے کہ آتش جہنم اس سے زیادہ گرم ہے اگر یہ لوگ کچھ سمجھنے والے ہیں اب یہ لوگ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ کہ یہی ان کے کئے کی جزا ہے۔

جیسا کہ آیت کے لحن وطرز سے ظاہر ہے منافقین رسول اسلامؐ کے ساتھ جنگوں میں شریک نہیں ہوتے تھے اور وہ اپنے اس زشت عمل سے نادم و پشیمان ہونے کے بجائے اس خلاف ورزی سے خوش حال اور مسرور بھی رہتے تھے، وہ صرف یہی نہیں کہ خود میدان جنگ میں شریک نہ ہوتے بلکہ اپنی مغرضانہ و معاندانہ تبلیغ سے جہاد پر جانے والوں کو روکتے بھی تھے۔

۳۔ ولایت کی حریم کو پامال کرنا: ولایت ستیزی کے زمرہ میں منافقین کا ایک اور عملی شاہکار، حریم ولایت کی حرمت کو پامال کرنا ہے۔

قرآن مجید نے ولایت کی حریم کو معین کر دیا ہے اور اس حریم کا تحفظ و احترام، اہل اسلام کا وظیفہ ہے، پہلی حریم یہ ہے کہ جب صاحب ولایت کی طرف سے کوئی حکم صادر ہو، بغیر کسی چون و چرا کے اطاعت کی جائے اگر ولی یعنی صاحب

....

(۱) سورہ توبہ/۸۱،۸۲۔

ولایت کی اطاعت نہ ہو تو اسلامی نظام کہیں کا نہیں رہے گا۔

﴿وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالا مبینا﴾(۱)

اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا و رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

صاحب ولایت کی طرف سے فرمان و حکم جاری ہو جانے کے بعد اظہار نظر، ذاتی سلیقہ و روش، اشکال تراشی کی کوئی گنجائش نہیں منافقین صاحب ولایت کے فرامین کی مخالفت و روگردانی سے ولایت کی حریم کو پامال کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس فعل کے ذریعہ دوسروں کو بھی نافرمانی کی تشویق دلاتے ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۸۱ میں پیامبر عظیم الشانؐ کے فرمان کی، مخالفین کے ذریعہ روگردانی و مخالفت، نیز ان کی خوشحالی و رضایت کا ذکر، صراحتاً ہو چکا ہے، البتہ فرامین کا بغیر چون و چرا اجرا کرنے کا مطلب، مشورت و نصیحت نیز یاد دہانی کے متعارض نہیں ہے۔

جب تک منصب ولایت کی طرف سے کوئی حکم و دستور کا صدور نہ ہوا ہو، نہ

....

(۱) سورہ احزاب/۳۶۔

صرف یہ کہ افراد نصیحت ومشورہ کا جواز رکھتے ہیں بلکہ" النصیحه لا ئمة المسلمین " کی بنا پر اپنے نظریات وخیالات کا صاحب ولایت کے محضر میں بیان کرنا واجب ہے لیکن جب ولی نے کسی امر کی تصمیم گیری کر لی ہے تو سب کا وظیفہ اطاعت وفرماں برداری ہے، حتی وہ افراد بھی جو مشورت کے مرحلے میں اس تصمیم وعمل کے مخالف نظر تھے یعنی کوئی بھی فرد، مخالف نظر، کا عذر پیش کرتے ہوئے اطاعت سے روگردانی نہیں کرسکتا ہے۔

ابن عباس ،امیر المومنین حضرت علیؑ کو مشورے دیتے ہیں کہ آپ معاویہ کو شام میں رہنے دیں اور بصرہ وکوفہ کی امارت طلحہ وزبیر کے سپرد کر دیں حالات آرام ہو جانے کے بعد ان کو معزول کر دیں، امام علیؑ نے ابن عباس کا مشورہ رد کرتے ہوئے فرمایا:

((لا افسد دینی بدنیا غیری لک ان تشیر علیّ و اریٰ فان عصیتک فأطعنی))(۱)

میں اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے لئے تباہ وبرباد نہیں کرسکتا، تمہیں مجھے مشورہ دینے کا حق حاصل ہے۔اس کے بعد رای میری ہے، لھذا اگر میں تمہارے خلاف بھی رای قائم کرلوں تو تمہارا فریضہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔

بہت زیادہ روایات ،اسلامی معاشرے کے قائدین کی نصیحت وخیر خواہی کے سلسلہ میں آئی ہیں ،نصیحت وخیر خواہی ایک قیمتی شئی اور لوگوں کے لئے ایک

....

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۳۲۱ونیز تاریخ طبری ج۶،ص ۳۰۸۹،مروج ذہب، ج۲،ص ۳۶۵۔

فریضہ ہے حضرت امام علیؑ اشخاص پر رہبر ورہنما کے حقوق میں ایک حق نصیحت و رہنمائی کو سمجھتے ہیں۔

((واما حقی علیکم ......النصیحة فی المشهد والمغیب))(۱)

میرا حق تم پر یہ ہے کہ باطن وظاہر میں نصیحت وخیر خواہی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اسی طریقہ سے حضرت علیؑ نے پیامبر اسلامؐ اور اپنے نیک وممتاز اصحاب کی تجلیل وتکریم کے بعد، ان سے چاہتے ہیں کہ خالصانہ نصیحت سے ان کی مساعدت کریں۔

((......فا عینونی بمنا صحة خلیة من الغش سلیمة من الریب))(۲)

مجھے خالصانہ وہر قسم کے شک وتردید سے جدا، نصیحت سے میری مدد ونصرت کرو۔

نصیحت وخیر خواہی سب کے لئے، خصوصاً معاشرہ کے افراد کی نصیحت اسلامی نظام کے رہبر کے لئے، ایک قیمتی شئ اور فریضہ ہے، اس شرط کے ساتھ کہ واقعی مصداق نصیحت ہو، اس لئے کہ کینہ پروری کی بنا پر عیب کی تلاش، درحقیقت نصیحت نہیں ہے ،معرکہ آرائی، بے مورد اتہام، ایک طرفہ وشتاب زدہ فیصلہ وغیرہ نصائح نہیں ہیں۔

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۳۴۔

(۲) نہج البلاغہ، ۱۱۸۔

اس نکتہ کی طرف بھی توجہ مرکوز ہونی چاہئے کہ، ولائی اوامر، میں خواہ ولائی معصومؑ ،خواہ ولائی ولیّ فقیہ، میں مطیع فرمان بردار ہونا چاہئے اور یہ وہ نکتہ ہے جسے قرآن نے بھی بیان کیا ہے، اور علم فقہ میں بھی (حاکم کے حکم کو دوسرے مجتہد کا نقض کرنا حرام ہے) کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

لیکن جہاں حکم، الٰہی وشرعی نہ ہو، ہر مسلمان کو نظر کے اظہار کا حق ہے، کبھی کبھی پیامبر عظیم الشانؐ اس نوع کے اظہار کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ تعریف وتشویق بھی کرتے تھے۔

جنگ احزاب میں رسولؐ اکرم نے حضرت سلمانؓ کی خندق بنانے کی فکر و نظر اور خیر خواہی کو قبول کرتے ہوئے مورد تاکید بھی قرار دیا، حضرت سلمانؓ نے پیامبرؐ سے عرض کیا، فارس علاقہ میں جب بھی دشمن کا خطرہ ہوتا ہے شہر کے اطراف میں خندق کھود کر دشمن کی پیش قدمی کو روکا جاتا ہے لہذا مدینہ کے اطراف میں آسیب پذیر علاقے جہاں دشمن وسائل جنگی کو آسانی سے عبور دے سکتا ہے، وہاں خندق کھود کران کی پیش قدمی کو روک دیا جائے، اور خندق کے اطراف میں سوراخ و برج بنا کر دشمن کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھتے ہوئے شہر کا دفاع کیا جائے، پیامبر اسلامؐ نے حضرت سلمانؓ کی نظر کو منظور کرتے ہوئے خندق کھودنے میں مشغول ہوگئے (۱)

ایک دوسری آیت تصریح کر رہی ہے کہ صاحب ولایت کے فرامین سے

....

(۱) تاریخ طبری، ج ۲،ص ۲۲۴ فروغ ابدیت، ج ۲،ص ۵۳۵۔

ہمراہی لازم ہے، اس کے اوامر پر سبقت ممنوع ہے۔

﴿یاایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ﴾(۱)

اے ایمان والو! خبردار خدا اور رسول کے سامنے اپنی بات کو آگے نہ بڑھاؤ۔

خدا اور پیامبرؐ سے سبقت لینا یعنی خدا و پیامبرؐ کے باصراحت دستور وحکم کے سامنے شخصی طور وطریقہ کو استعمال کرنا، یا کسی دوسرے نظریہ کو بیان کرنا، ولایت سے سبقت لینا یعنی صاحب ولایت کی گفتار واقوال کو کچھ اس طرح تفسیر وتشریح کرنا کہ اپنی پسند وخواہش کے مطابق ہو۔

حضرت امام صادقؑ نے اس نوعیت کی تاویل کو مورد لعنت قرار دیا ہے۔

((قوم یزعمون انی اما مھم واللّٰہ ما انا بامام لھم لعنھم اللّٰہ کلما سترت سرا ھتکوہ اقول کذا و کذا فیقولون انما یعنی کذا و کذا فیقلون انما یعنی کذا و کذا انما انا امام من اطاعنی))(۲)

بعض خیال کرتے ہیں کہ میں ان کا امام ہوں خدا کی قسم میں ان لوگوں کا امام نہیں ہوں خدا ان لوگوں پر لعنت کرے، میں جس راز کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں وہ افشا کرتے ہیں، میں کسی قول کو پیش کرتا ہوں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ امام کا مقصد یہ ہے وہ ہے (تاویل کرتے ہیں) میں صرف ان افراد کا امام ہوں

....

(۱) سورہ حجرات ۱۔

(۲) بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۱۶۴۔

جو میرے اطاعت گذار وفرمان بردار ہیں۔

بہر حال ولایت کی حریم میں سے ایک ،بغیر چون وچرا صاحب ولایت کے احکام ودستور کی پیروی واطاعت کرنا ہے۔

منافقین کا طرز عمل پیامبر اکرم کے فرمان ودستور کی خلاف ورزی ،اور حضرت کے حریم کی حرمت شکنی تھا،لیکن جیسا کہ وضاحت کی گئی کہ معاشرے کے قائدین کے لئے ناصح وخیر خواہ کالازم ہونا،چون وچرا کے بغیر اطاعت گزار وفرمان بردار ہونے سے کوئی تعارض وتضاد نہیں رکھتا ہے۔

ولایت کے لئے دوسری حریم جو قرآن بیان کررہا ہے،ولایت کے احترام کالازم ہونا ہے،قرآن مجید کا پیامبر اسلامؐ کے حضور میں صدا کو بلند نہ کرنے کا حکم دینا احترام ولایت کے مصادیق میں سے ہے۔

﴿یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی ولاتجھروا الله بالقول کجھر بعضکم لبعض﴾(۱)

اے صاحبان ایمان خبردار! تم اپنی آواز کو نبی کے آواز پر بلند نہ کرنا،اوران سے اس طرح بلند آواز میں بات نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

دوسری آیت میں بھی اسی قسم کے مفہوم کو پیش کیا گیا ہے۔

....

(۱)سورہ حجرات/۲۔

﴿لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا﴾(۱)
مسلمانوں! خبردار رسول کو اس طرح نہ پکارو جسطرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

فوق کی دونوں آیات صاحب ولایت سے مومنین کے صحیح برتاؤ و رفتار کو بیان کرتے ہوئے پیامبر اکرم سے منافقین کے زشت برتاؤ و روش کو بھی بطور کنایہ پیش کررہی ہے، صاحب ولایت کے احترام کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں منافقین کا ایک اور حربہ، صاحب ولایت (ولی) کو سادہ لوحی کا خطاب دینا ہے۔

﴿و منهم الذین یوذون النبی و یقولون هو اذن﴾(۲)
ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیامبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو صرف کان والے (خوش خیال وسادہ لوح) ہیں۔

ولایت کی حریم کو پامال کرنے کے لئے منافقین کی ایک دوسری روش صاحب ولایت (پیامبر اکرمؐ) کے افعال ورفتار پر تنقید کرنا تھا۔

حرقوص ابن زہیر جو بعد میں خوارج کا سرغنہ قرار پایا جنگ حنین کے غنائم

....

(۱) سورہ نور/۶۳. اس آیت کے لئے دو تفسیر بیان کی گئی ہے، ایک وہ جو متن میں موجود ہے دوسرے وہ جس کی علامہ طباطبائی تاکید کرتے ہیں کہ یہ آیت پیامبر کی دعوت کے سلسلہ میں ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جس وقت پیامبر تم کو کسی امر کے لئے بلائیں چونکہ دعوت الٰہی رہبر کی طرف سے ہے لہذا پیامبر کی دعوت کو ایک معمولی و عادی دعوت نہیں سمجھنا چاہئے۔

(۲) سورہ توبہ/۶۱۔

کی تقسیم کے وقت رسول اسلامؐ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: عدالت سے تقسیم کریں حضرت نے فرمایا: مجھ سے عادل تر کون ہے؟ اس سوء ادب کی بنا پر ایک مسلمان نے اس کو ہلاک کرنا چاہا، پیامبر اسلام نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے کچھ مرید ہوں گے اور اتنی عبادت کریں گے کہ تم لوگ اپنی عبادت کو کم حیثیت سمجھو گے لیکن اس قدر عبادت کرنے کے باوجود دین سے خارج ہو جائیں گے (۱) حرقوص ابن زہیر نہروان میں امام علیؑ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا (۲)

ذیل کی آیت حرقوص کی حرکت کی مذمت میں اور بعض منافقین کے لئے جو رسول اکرمؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے نازل ہوئی ہے۔

﴿ ومنهم من يلمزك في الصدقات فان اعطوا منها رضوا وان لم يعطوا منها اذا هم يسخطون ﴾(۳)

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو خیرات کے بارے میں الزام لگاتے ہیں کہ انہیں کچھ مل جائے تو راضی ہو جائیں گے، اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں گے۔

....

(۱)۔ الدر المنثور، ذیل آیت ۵۸ سورہ توبہ۔

(۲) اسد الغابہ، ج ۱، ص ۴۷۴۔

(۳) سورہ توبہ ۵۸: لمز و نصح کے معنی میں فرق ہے لمز کینہ پروری کے بناء پر عیب یابی کے لئے ہوتا ہے تا کہ شخصیت کو نظروں سے گرا دیا جائے، کہا جاتا ہے۔

منافقین کی سیاسی خصائص

منافقین کی دوسری سیاسی خصوصیتیں

موقع پرست ہونا

قرآن کی نظر کے مطابق منافقین کی سیاسی خصائص میں سے ایک موقع پرست ہونا ہے، ان کے لئے صرف اپنے منافع اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، نفاق کی طرف مائل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے، موقع پرستی کا آشکار وظاہر مصداق کہ جس کے چند موارد کی قرآن نے تصریح کی ہے۔

غنائم کو حاصل کرنے اور میدان نبرد وجنگ سے فرار کرنے میں موقع پرستی کے ماہر تھے، جس وقت مسلمین کامیاب ہوتے تھے بلافاصلہ خود کو مسلمانوں کی صف میں پہنچادیتے تھے تاکہ جنگ کے غنائم سے بہرہ مند ہوسکیں اور جس وقت مسلمان شکست وناکامی سے دوچار ہوتے تھے، فوراً اسلام کے دشمنوں سے کہتے تھے، کیا تم

سے نہیں کہا تھا کہ اسلامی حکومت نام نہاد حکومت ہے، اور تم کامیاب ہوگے، ہمارا حصہ حوالہ کردو، قرآن مجید منافقین کی موقع پرستی کو ان الفاظ میں بیان کررہا ہے۔

﴿الذین یتربصون بکم فان کان لکم فتح من اللّٰہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکافرین نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم ونمنعکم من المؤمنین فاللّٰہ یحکم بینکم یوم القیامۃ ولن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المومنین سبیلا﴾(۱)

اور یہ منافقین تمہارے حالات کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ تمہیں خدا کی طرف سے فتح نصیب ہوتو کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے اور اگر کفار کو کوئی حصہ مل جائے گا تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں آگئے تھے اور تمہیں مومنین سے بچا نہیں لیا تھا، تو اب خدا ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور خدا کفار کیلئے صاحبان ایمان کے خلاف کوئی راہ نہیں دے سکتا۔

موقع پرست اشخاص مشکلات ورنج میں ہمراہ نہیں ہوتے ،لیکن فتح وظفر کی

....

(۱) سورہ نساء۱۴۱، نکتہ قابل توجہ یہ ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کی کامیابی کو فتح سے تعبیر کیا گیا ہے جب کہ کفار کی کامیابی کو نصیب سے تعبیر کیا گیا، اس بات کی طرف اشارہ ہے اگر کفار کو کامیابی ملے تو وہ وقتی اور محدود و پائدار نہیں ہے، لیکن دائمی فتح مومنین کے لئے ہے اس آیت کے ذیل میں اسی نکتہ کی تصریح ہورہی ہے کہ کفار مومنین پر مسلط نہیں ہوسکتے۔

علامت ظاہر ہوتے ہی ان کے چہرے نظر آنے لگتے ہیں اور اپنے سہم وحقوق کا مطالبہ ہونے لگتا ہے، ذیل کی آیت واضح طریقہ سے ان کی موقع پرستی کو بیان کر رہی ہے۔

﴿اشحة عليكم فاذا جاء الخوف رأيتهم ينظرون اليک تدور اعينهم كالذى يغشى من الموت فاذا ذهب الخوف سلقوكم بالسنة حداد اشحة على الخير﴾(۱)

یہ تم سے جان چراتے ہیں اور جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے کہ جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی ہیں جیسے موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جائے گا تو آپ پر تیز زبانوں کے ساتھ حملہ کریں گے اور انہیں مال غنیمت کی حرص ہوگی۔

سورۂ احزاب کی آیت نمبر بیس میں بھی ان کے سخت، حساس، بحران زدہ لحظات سے فرار کو اچھے طرز سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿يحسبون الأحزاب لم يذهبوا وان يأت الأحزاب يودو لو أنهم بادون فى الاعراب يسئلون عن انبائكم ولو كانوا فيكم ما قاتلوا الا قليلا﴾

یہ لوگ ابھی تک اس خیال میں ہیں کے کفار کے لشکر گئے نہیں ہیں اور اگر دوبارہ لشکر آجائیں تو یہ یہی چاہیں گے کہ کاش دیہاتیوں کے ساتھ صحراؤں میں

---

(۱) سورہ احزاب/۱۹۔

آباد ہو گئے ہوتے اور وہاں سے تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے اور اگر تمہارے ساتھ ہوتے بھی تو بہت کم ہی جہاد کرتے۔

مذکورہ دونوں آیات (۱۹، ۲۰ سورہ احزاب) سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین مسلمانوں کے حق میں فوق العادہ بخیل ہیں، اہل اسلام کیلئے کسی قسم کی ہمراہی کرنے کے لئے حاضر نہیں، کسی بھی قسم کی مالی، جانی، فکری مساعدت سے گریز کرتے ہوئے بالکل غیریت برتتے ہیں جب ایثار و شہادت کی بات آتی ہے تو خلاف عادت بزدلی کا شکار ہو جاتے ہیں، قلب و دل کھو بیٹھنے کا امکان رہتا ہے لیکن جب خطرات دور ہو جاتے ہیں تو مال غنیمت کے لئے میدان میں حاضر ہو جاتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ حالات کے نظارہ کرتے رہیں دوسرے الفاظ میں یوں کیا جائے کہ تالاب کے کنارہ بیٹھے رہتے رہیں اور حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور قدم اس وقت رکھتے ہیں جب مطمئن ہو جائیں کہ خطرہ ٹل چکا ہے، ان کا ہم و غم مال غنیمت کا حصول ہے(۱)

تاریخ سے نقل کیا جاتا ہے کہ پیامبر اکرمؐ نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: خیبر کے غنائم ان اشخاص کے لئے ہیں جو حدیبیہ اور اس کے سخت شرائط میں شریک تھے چونکہ منافقین نے حدیبیہ میں شرکت نہیں کی تھی وہ جنگ خیبر میں اس فکر کے

---

(۱) ''سلقوکم، سلق'' مادّہ سے ہے اس کے معنی، کسی چیز کو غصہ سے کھولنا ہیں خواہ یہ کھولنا ہاتھ سے ہو یا زبان سے، یہ تعبیر ان لوگوں کے لئے استعمال ہوئی ہے جو آمرانہ و طالبانہ طرز سے چیختے ہیں اور کسی چیز کو طلب کرتے ہیں بلسنة حداد تیز و طرار زبان خشن ہونے کے لئے کنایہ ہے۔

ساتھ کہ مال غنیمت زیادہ ملے گا شریک ہونا چاہتے تھے، پیامبرؐ اسلام نے اس فرمان کے ذریعہ، ان کی موقع پرستی کو بے آبرو کر کے رکھدیا، اگر چہ منافقین نے پیامبر عظیم الشانؐ ومسلمانوں پر نکتہ چینی واعتراضات کرتے ہوتے حسادت ورزی کے الزام لگائے ذیل کی آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے:

﴿سیقولون المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوها ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ قل لن تتبعونا کذلکم قال اللّٰہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقہون الا قلیلا﴾ (۱)

عنقریب یہ پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے جب تم مال غنیمت لینے کے لئے جانے لگو گے کہ اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ چل چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو تبدیل کر دیں تو تم کہدو کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں آسکتے ہو، اللہ نے یہ بات پہلے سے طے کر دی ہے پھر یہ کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد رکھتے ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بات کو بہت کم سمجھ پاتے ہیں۔

اگر ہم اوّل اسلام سے اب تک کی تاریخ کو ملاحظہ کریں تو اس نکتہ کی طرف ضرور متوجہ ہونگے کہ مسلمانوں کو اب تک جو ہزیمت اٹھانی پڑی ہے اس کے اسباب و علل، اہل اسلام کی صفوف میں موقع پرست افراد کی دراندازی کا نتیجہ ہے۔

....

(۱) سورہ فتح/۱۵۔

بنی امیہ جس نے ایک ہزار سال، اسلامی مملکت پر حکومت کی اور اپنے ادوار حکومت میں شرم آور ترین افعال اور قبیح وزشت کارنامے کے مرتکب ہوئے اسلام میں موقع پرست اشخاص کے نفوذ کا نتیجہ تھا۔

ابوسفیان جس کے پاس فتح مکہ کے بعد اظہار اسلام کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا جس کے جسم وروح میں اسلام نام کی کوئی شی نہ تھی وہ موقع پرستی کی بنا پر حکومت کے عالی منصب میں نفوذ کرتا چلا گیا، یہاں تک کہ عثمان کے زمانے میں بہت زیادہ ہی قدرت واقتدار کا حامل تھا، بلکہ اس سے قبل ہی شام کی حکومت اس کے فرزندوں کے ہاتھ میں تھی۔

بنی عباس کی بھی موقع پرستی، انقلاب کے تمام طرفدار حضرات کے لئے ایک عبرت کا مقام ہے، بنی عباس نے اہلبیت اطہارؑ کی محبوبیت وآل محمد علیہم السلام کی رضایت کے نام پر قیام کر کے لوگوں کو اپنے اطراف جمع کر لیا اور جب اپنے اس ہدف میں کامیاب ہو گئے تو اہلبیت اطہارؑ پر ویسے ہی مظالم کئے جیسے بنی امیہ کرتے تھے تقریباً شیعوں کے نصف آئمہ کی تعداد، بنی امیہ اور نصف ائمہ، بنی عباس کے ذریعہ شہید کئے گئے۔

حضرت امام صادقؑ آغاز ہی سے اس موقع پرستی کی تحریک کو پہچانتے تھے جس وقت ابومسلم نے آپ کے پاس خط لکھا کہ آپ تیار رہیے ہم خلافت آپ کے

حوالہ کرنا چاہتے ہیں امام نے فرمایا:

((ما انت من رجالی ولا الزمان زمانی))(۱)

نہ تم میرے افراد میں سے ہو اور نہ ہی زمانہ میرا زمانہ ہے۔

جس وقت ابوسلمہ خلال، بنی عباس کے طرفدار نے اس مضمون کا خط امام کی لئے بھیجا آپ نے نامہ جلاتے ہوئے فرمایا:

((مالی و لأبی سلمة هو شیعة لغیری))(۲)

مجھے ابوسلمہ سے کیا کام؟ وہ تو کسی اور کا تابع اور پیرو ہے۔

تاریخ معاصر میں بھی مشروطیت تحریک میں موقع پرستوں کے نفوذ کی بنا پر تاریخ دردناک حوادث کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، مشروطیت تحریک اور قیام کو وجود میں لانے والے وحید خراسانی، شیخ فضل اللہ مازندرانی و شیخ فضل اللہ نوری جیسے عظیم و ممتاز علماء تھے یہ علماء تھے جو سخت و مشکل مراحل میں میدان میں حاضر اور تحریک کو کامیابی کی طرف لے جا رہے تھے، جیسے ہی کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگے مغرب زدہ افراد، آزادی اور عدم استبداد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے موقع پر حاضر ہو گئے، علماء پر تہمت کی بارش کرتے ہوئے، مشروطیت کو اس کے صحیح راہ و روش سے منحرف کر بیٹھے، اس وقت حالات یہ ہو گئے کہ، ماحصل مشروطہ، استبداد سے لبریز

....

(۱) الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، ج ۳ و ۴، ص ۳۱۲۔

(۲) ملل ونحل شہرستانی، ج ۱، ص ۲۴۱؛ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، ج ۳ و ۴، ص ۳۱۴۔

پہلوی کی پچاس سالہ حکومت تھی۔

شیخ فضل اللہ نوری جو مشروطہ کے بانی حضرات میں سے تھے، مشروطہ کی مخالفت کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دئے گئے اور شہادت کے بعد ان کے بدن و جسم سے وہ بے حرمتی کی گئی جسے قلم بیان کرنے سے قاصر ہے(۱)

آخوند خراسانی اور انجمن کے دیگر قائدین مخفیانہ شہید کر دئے گئے موقع پرست تحریک کو اصل ہدف و مقصد سے موڑ کر اپنے منافع کی خاطر تحریک پر قابض ہو گئے۔

صنعت پٹرولیم کو ملّی کرنے کی تحریک میں مرحوم آیت اللہ کاشانی مبارزے کے میدان میں وارد عمل ہوئے ہم عصر بزرگ فقہاء جیسے آیت اللہ محمد تقی خوانساری، آیت اللہ سید محمد روحانی، سے فتاویٰ حاصل کر کے، اس تحریک کے لئے معاشرہ کے افراد کی حمایت کو منظم کیا، لیکن اس تحریک کی کامیابی کے بعد موقع پرست، تعصب قومی کے دلدادہ (مذہب و روحانیت کے مخالف) حاضر و آمادہ دسترخوان پر براجمان ہو گئے، شکریہ و سپاس گذاری کے بجائے نمک کھا کر، نمک حرامی کے مصادیق افعال انجام دینے لگے۔

آیت اللہ کاشانی کے محضر میں بدترین و بیہودہ ترین حرکات انجام دیتے تھے، آپ کو گوشہ نشینی پر مجبور کر دیا گیا، شہید نواب صفوی اور آپ کے ہم رکاب جو اس تحریک کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کئے تھے، مصدق کے مسند قدرت پر تکیہ

....

(۱) فضل اللہ نوری و مشروعیت: رویارو ئی دو اندیشہ، ص ۲۵۱ و ۲۵۵۔

دینے کے بعد زندان کے حوالہ کر دیئے گئے۔

آیت اللہ شہید مطہری قدس سرہ نے مختلف تحریکوں میں، موقع پرستوں کے نفوذ کے سلسلہ میں عمیق و کامل نکات کو عرض کیا ہے جس کو نقل کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

ایک تحریک کے اندر، موقع پرست افراد کا نفوذ اور رخنہ اس تحریک کے لئے عظیم آفت و مصیبت ہے، تحریک کے ارکان وقائدین کا اہم فریضہ ہے کہ اس قسم کے افراد کے نفوذ ورخنہ کے راستے کو مسدود کر دیں، جو تحریک بھی اپنے اول مرحلہ کو طے کر رہی ہوتی ہے اس کی مشکلات ودشواری وغیرہ صاحب ایمان اور اخلاص وفداکار افراد کے کاندھوں پر ہوتی ہے لیکن جیسے ہی اس تحریک کے ثمرہ دینے کا وقت آتا ہے یا اس کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں، گلستان تحریک کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں، موقع پرست افراد کے سروگردن دکھائی دینے شروع ہوجاتے ہیں، جیسے جیسے دشواری میں کمی آنے لگتی ہے اور ثمرے کے استفادہ کا وقت نزدیکتر ہوتا رہتا ہے موقع پرست وفرصت طلب پہلے سے کہیں زیادہ تحریک اور انجمن کے لئے سینہ چاک کر کے میدان عمل میں وارد ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ تحریک کے سابقین، انقلابی، فداکار مومن اور دل سوز کو میدان سے بے دخل کرتے چلے جاتے ہیں، اس نوعیت کے اقدام اس طرح عام ہو چکے ہیں کہ مثل کے طور پر کہا جانے لگا ہے انقلاب فرزند خور ہے گویا انقلاب کی خاصیت یہ ہے کہ جیسے ہی کامیابی سے ہم کنار ہوا اپنے فرزند (ممبران) کو ایک ایک کر کے ختم کر دیتا ہے، لیکن انقلاب فرزند خور نہیں ہے بلکہ موقع پرست افراد کے رخنہ ونفوذ سے غفلت

ورزی ہے جو حادثہ کو وجود میں لاتا ہے کہیں دور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مشروطیت تحریک کے انقلاب کو کون سے افراد نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا؟ کامیابی دلانے کے بعد کیسے کیسے چہرے منصب اور مقام پر قابض ہوئے اور سرانجام کیا ہوا؟ آزادی طلب مجاہدین، قومی سربراہ و قائدین ایک گوشہ میں ڈال دیے گئے فراموشی کے حوالہ کر دیے گئے اور آخر کار گرسنگی و گمنامی کی حالت میں سپرد خاک کر دیے گئے لیکن وہ فلان الدولہ وغیرہ...... جو کل تک استبداد و ڈکٹیر کے پرچم تلے انقلابی طاقتوں سے برسرپیکار تھے، نیز مشروطیت تحریک کے ممبران کی گردنوں میں پھانسی کی رسی ڈال رہے تھے، وہ صدارت عظمٰی کے منصب پر فائز ہو گئے سرانجام مشروطیت تحریک ڈکٹیر شپ میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔

موقع پرستی کا منحوس اثر اسلام کی اول تاریخ میں بھی آشکار ہوا عثمان کے دور خلافت میں موقع پرست افراد نے صاحبان ایمان و اسلام کے مقام و مقاصد کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، رسول کے ذریعہ مدینہ سے اخراج شدہ فرد وزیر بن گئے اور کعب الاحبار کردار والے اشخاص مشاور، ابوذرؓ و عمارؓ صفت والے یا تو شہر بدر کر دیے گئے یا خلافت کے قدموں تلے روند ڈالے گئے۔

کیوں قرآن فتح مکہ کے قبل کے جہاد، و انفاق میں اور فتح مکہ کے بعد کے انفاق و جہاد میں فرق قرار دے رہا ہے، درحقیقت قرآن فتح مکہ کے قبل کے مومن و منفق اور فتح مکہ کے بعد مومن منفق کے درمیان تفریق کا قائل ہے۔

﴿لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و

كلا وعد الله الحسنىٰ و الله بما تعملون خبير ﴾(۱)
اور تم میں فتح مکہ سے پہلے انفاق کرنے والا اور جہاد کرنے والا اس شخص کے جیسا نہیں ہوسکتا ہے کہ جس نے فتح مکہ کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے پہلے جہاد کرنے والے کا درجہ بہت بلند ہے اگر چہ خدا نے سب سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور وہ تمہارے جملہ اعمال سے باخبر ہے۔

راز مطلب واضح ہے فتح مکہ جو کچھ بھی تھا دشواری، مشکلات، مشقت کا تحمل ہی تھا فتح مکہ سے قبل ایمان، انفاق و جہاد، اخلاص تر و بے شائبہ تر تھا موقع پرستی کی روح وفکر سے بعید تر تھا، بر خلاف فتح مکہ کے بعد کے انفاق، ایمان و جہاد، ان میں اخلاص بی شایبہ نہ تھا۔

تحریک کو ایک اصلاح طلب فرد آغاز کرتا ہے موقع پرست نہیں، اسی طریقہ سے تحریک کے مقاصد کو ایک اصلاح طلب مومن آگے بڑھا سکتا ہے نہ موقع پرست کہ ہمیشہ اپنے منافع کے فکر و خیال میں رہتا ہے۔

بہر حال موقع پرست افراد کے نفوذ و رخنہ سے مبارزہ و معرکہ آرائی ہی (فریب دینے والے ظواہر کے باوجود) ایک بنیادی شرط ہے تا کہ ایک تحریک اپنے اصلی راستہ وہدف پر گام زن رہے(۲)

انقلاب اسلامی کے اصلی معمار حضرت امام خمینیؒ بھی اس خطرے کو محسوس

---

(۱) سورہ حدید /۱۰۔

(۲) نہضت‌های اسلامی در صد سال اخیر، ص ۹۶ـ۹۹۔

کرتے ہوئے، نیز تاریخ ماضی سے عبرت حاصل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمیشہ موقع پرست اور سوء استفادہ کرنے والوں سے ہوشیار رہنا چاہئے، اور ان کو فرصت نہیں دینا چاہئے کہ کشتی انقلاب اور اس کے چھوٹے موٹے وسائل کی بھی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکیں، آنے والی نسلوں کے لئے آپ کی وصیت و نصیحت یہ ہے کہ:

میں تمہارے درمیان میں رہوں یا نہ رہوں تم سب لوگوں کو وصیت کر رہا ہوں کہ موقع و فرصت نہ دینا کہ اسلامی انقلاب نا اہل و نامحرم (غیر) افراد کے ہاتھوں میں چلا جائے (۱)۔

امام خمینیؒ "مشروطہ تحریک" سے عبرت گیری کی ضرورت کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر علما، ملت، خطبا، دانشور، روشنفکر، صحافی اور متعہد حضرات سستی کریں اور مشروطہ کے واقعات سے عبرت حاصل نہ کریں تو انقلاب انہیں حالات سے دوچار ہوگا جس سے مشروطہ تحریک دوچار ہوئی تھی (۲)

صاحبان غیرت دینی کی تحقیر

ادوار تاریخ میں انبیاء کے دشمنوں کی سیاسی رفتار کی ایک خصوصیت، متدین غیرت دار افراد کی تحقیر ہے حضرت نوح کے دشمن نوح کی پیروی کرنے والے افراد کو پست، حقیر، و کوتاہ فکر سمجھتے تھے۔

---

(۱) کلمات قصار پندہا و حکمتہا، ص ۹۷۔

(۲) کلمات قصار پندہا و حکمتہا، ص ۱۷۶۔

﴿وما نریک اتبعک الا الذین هم اراذلنا بادی الرای﴾(۱)

اور تمہارے اتباع کرنے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے پست طبقہ کے سادہ لوح افراد ہیں۔

حضرت نوحؑ کے دشمن آپ کی پیروی نہ کرنے کی توجیہ و تاویل کرتے ہوئے یہ عذر پیش کرتے تھے کہ آپ کے پیروی کرنے والے پست انسان ہیں اور ہم ان کے ساتھ ہماہنگ معاشرت نہیں کر سکتے۔

﴿قالوا أنومن و اتبعک الارذلون﴾(۲)

ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر کس طرح ایمان لے آئیں جب کہ آپ کے سارے پیروکار پست طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

پیامبر اسلام کی تاریخ میں بھی اسی قسم کے واقعات ہمیں دکھائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں قریش کے بزرگان اپنے جاہل افکار کی بنا پر مستضعف مومنین کے پہلو میں بیٹھنے کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھتے تھے، پیامبرؐ اسلام کو پیشکش کی کہ آپ ان افراد کو اپنے سے دور کر دیں تو ہم آپ سے مل بیٹھیں گے اور آپ سے استفادہ کریں گے، کفار قریش کی اس پیشکش کے بعد ذیل کی آیت نازل ہوئی اور پیامبرؐ اسلام کو حکم دیا گیا کہ بطور قاطع کافروں کی پیشکش کو ٹھکرا دیں۔

---

(۱) سورہ ہود/۲۷۔

(۲) سورہ شعراء/۱۱۱۔

﴿و اصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ و العشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوٰۃ الدنیا ولاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطاً﴾(۱)

اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کی مرضی کے طلبکار ہیں اور خبردار تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے نہ پھر جائیں کہ زندگانی دنیا کی زینت کے طلبگار بن جاؤ اور ہرگز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے۔

تحقیر اور سفاہت کی تہمت انبیاء حضرات کے ماننے والوں تک محدود نہیں بلکہ خود انبیاء حضرات بھی دشمنوں کی طرف سے سفاہت کی تہمت کے شکار ہوتے تھے، قوم عاد صرحتا اور تاکید کے ساتھ حضرت ہودؑ کو سفیہ کہتی تھی۔

﴿قال الملاء الذین کفروا من قومہ انا لنراک فی سفاھۃ﴾(۲)

قوم میں سے کفر اختیار کرنے والے رؤسا نے کہا کہ ہم تم کو حماقت میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔

(۱) سورہ کہف/۲۸۔

(۲) سورہ اعراف/۶۶۔

انبیاء و صاحبان ایمان کے دشمنوں میں سے بعض دشمن منافق ہیں جو دونوں روش کا استعمال کرتے ہیں، رسولؐ اسلام کی بھی تحقیر کرتے ہیں اور مومنین کی بھی، منافقین پیغمبر اکرم کو سادہ لوح اور خوش خیال (زود باور) کہتے تھے اور مومنین کو سفہاء میں شمار کرتے تھے(۱)

﴿واذا قیل لهم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما امن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولکن لا یعلمون﴾(۲)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان اختیار کریں؟ حالانکہ اصل میں یہی بیوقوف ہیں اور انہیں اس کی واقفیت بھی نہیں ہے۔

لیکن چونکہ منافقین، دین و ایمان کا اظہار کرتے تھے لہذا پیغمبر اکرم کی نبوت میں زیادہ اعتراضات و تکذیب کی جرأت نہیں رکھتے تھے بلکہ حضرت کی رفتار و گفتار اور اخلاقی خصائص میں عیب جوئی کیا کرتے تھے، اسی طریقہ سے مومنین کی تحقیر و توہین میں ان کی دینی و سیاسی کارکردگی کو مورد تنقید قرار دیتے تھے، تاکہ اس تنقید کے ذریعہ ان کے اصل ایمان کا مضحکہ و تمسخر کیا جاسکے۔

وہ افراد جو جنگ کے سلسلہ میں زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے، ان کی

....

(۱) سورہ توبہ/۶۱۔

(۲) سورہ بقرہ/۱۳۔

تحقیر کی نوعیت کچھ اور تھی اور وہ افراد جو اپنی بے بضاعتی کی بنا پر کم خدمات انجام دیتے تھے ان کی دوسرے طریقہ سے توہین کرتے تھے۔

﴿الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جهدهم فیسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب الیم﴾(۱)

جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اور ان غریبوں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے الزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مزاق اڑاتے ہیں، خدا ان کا بھی مزاق بنا دے گا اور اس کے پاس بڑا دردناک عذاب ہے۔

صاحبان ایمان کی تحقیر وتوہین کرنے میں منافقین کا اساسی ہدف یہ ہے کہ ان کی دینی غیرت وحیا کو ست کرتے ہوئے دینی فرائض کے انجام دینے کی حساسیت واشتیاق کو مومنین سے سلب کرلیا جائے، یہ بات سب کے لئے آشکار ہے کہ جب تک مسلمانوں میں بے لوث دینداری کے جذبات، موجزن رہیں گے اسلامی اقدار کی توہین کیس مقابلہ میں عکس العمل کا اظہار کرتے رہیں گے، لہذا منافقین اپنے اصلی ہدف ومقصد میں، جو کہ دین کی حاکمیت کو پامال کرنا ہے، کامیاب نہیں ہوسکتے منافقین، مومنین اور ان کے دینداری کے مظاہر کی تحقیر وتوہین کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ دین ومذہب کی حساسیت کو ختم یا کم کردیں، دین واسلامی

(۱) سورہ توبہ/۷۹۔

اقدار کو فردی وشخصی رفتار کے دائرہ میں محدود کردیں تا کہ اس طریقہ وزاویہ سے اسلامی حکومت کو تسخیر اور دین کے چہرہ کو مسخ کرسکیں۔

اسی بنیاد پر منافقین اغیار و بیگانہ سے روابط رکھے ہوئے ہیں اور دوستانہ سلوک کرتے ہیں، لیکن اپنوں اور مومنین سے غضب ناک ظلم و بربریت کا سلوک کرتے ہیں بالکل ان صفات کے مخالف ہیں جسے خداوند متعال مومنین کے لئے ترسیم کررہا ہے، خدا مومنین کے لئے ﴿رحماء بینهم و اشداء علی الکفار﴾ تعریف کررہا ہے لیکن منافقین مومنین کی بہ نسبت اشداء، اغیار کی بہ نسبت رحماء ہیں(۱)

وحدت اور ہمبستگی

منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی نظام کی حاکمیت واسلام پر ضرب لگانے کے لئے منظم وایک دوسرے سے مرتبط ہیں وہ لوگ اسلام کو آسیب پزیر بنانے کے لئے اور دینی حاکمیت کو ضعیف کرنے کیلئے اپنے داخلی اختلافات سے ہاتھ روک رکھے ہیں اور اسلام کے مقابلہ میں متحد ہوجاتے ہیں۔

﴿المنافقون و المنافقات بعضهم من بعض﴾(۲)

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے ہیں۔

---

(۱) سورہ فتح / ۲۹. ﴿محمد رسول الله و الذین معه اشداء الکفار رحماء بینهم﴾ محمد خدا کے فرستادہ ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار کے مقابلہ میں سخت اور اپنوں کے درمیان مہربان ہیں۔

(۲) سورہ توبہ / ۶۷۔

اس وحدت و یکجہتی کی آبیاری کے لئے سازشی مرکز بناتے ہیں اور اسلام کے خلاف کارکردگی کیلئے مخفی جلسات بھی تشکیل دیتے ہیں، ہر زمانہ کے سازشی مراکز اس عصر و زمان کے تناسب سے ہوتا ہے، اس کا ایک نمونہ مسجد ضرار کی تعمیر ہے، کہ اس قضیہ کو بیان کیا جا چکا ہے، وہ لوگ چاہتے تھے کے مسجد کے ذریعہ مومنین کے درمیان تفرقہ کی ایجاد، اور دشمن کے لئے جاسوسی کریں اور مسلمین پر ضربہ وارد کرنے، نیز کفر کی ترویج کے لئے استفادہ کریں کہ رسوا و ذلیل کردئے گئے، اس واقعہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین اپنے منظم پروگرام کے تحت دین کے خلاف ہر وسیلہ سے استفادہ کرتے ہیں، جہاں مناسب سمجھتے ہیں وہاں دین سے سوء استفادہ کرتے ہوئے حقیقی دین ہی کے خلاف استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ ان کی خواہش تھی کہ مسجد بنا کر، اس کے ذریعہ پیامبر اسلامؐ سے جنگ کے لئے استعمال کریں مختلف جلسات کی تشکیل و تنظیم تا کہ اسلام کے خلاف پروگرام مرتب کیا جائے ان کی تشکیلاتی افعال میں سے ہے۔

قرآن با صراحت اعلان کر رہا ہے کہ منافقین روز میں پیامبرؐ گرامی کی سخن و گفتگو سماعت کرتے تھے، لیکن شب میں سازشی جلسہ کی تشکیل کر کے پیامبر گرامیؐ کے رہنمود و گفتگو کے مقابلہ کی راہیں تلاش کرتے تھے۔

﴿ویقولون طاعة فاذا برزوا من عندک بیّت طائفة منهم غیر الذی تقول و الله یکتب ما یبیتون﴾(۱)

یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے

....

(۱) سورہ نساء/۸۱۔

ہیں تو ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیر کرتا ہے اور خدا ان کی باتوں کو لکھ رہا ہے۔

وہ جلسہ جو جنگ تبوک کے سلسلہ میں سویلم یہودی کے گھر میں تشکیل پایا تھا تا کہ لوگوں کو جنگ تبوک سے روکنے کے لئے راہ و روش کو پیدا کیا جا سکے، ان ہزاروں سازشی جلسے و پروگرام میں سے ایک ہے جسے منافقین انجام دیتے تھے (۱)

منافقین کے سیاسی افعال و اطوار میں سے، ایک یہ ہے کہ متحد ہو کر جلسات کو تشکیل دیتے ہیں، دقیق و منظم پروگرام مرتب کرتے ہیں تا کہ اسلام سے مقابلہ کر سکیں۔

منافقین سے مقابلہ کرنے کے لئے، یکجہتی و اتحاد اور پروگرام مرتب کرنے کی ضرورت ہے یکجہتی ایسی ہو جس کا ہدف و مقصد فرائض کی انجام دہی اور سازش سے مقابلہ کرنا ہو، یکجہتی کے اہداف اسلامی معاشرے میں وحدت و اتحاد کے لئے میدان ہموار کرنا ہو، تا کہ دشمنوں کی سازش کو ناکام بنایا جا سکے، نہ کہ یکجہتی خود جدید اور ماڈرن بتوں میں تبدیل ہو جائے اور تفرقہ و اختلاف کے عوامل بن جائے (۲)

اختلاف سلائق، کثرت آراء، اسلامی شائستگی و اقدار کے دائرے میں ہی

---

(۱) اس جلسہ کی تشکیل اور اس کے افشاء ہونے کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

(۲) سورہ روم/۳۱،۳۲ ﴿ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعاً کل حزب بما لدیھم فرحون﴾ مشرکوں میں سے نہ ہو جانا، ان لوگوں میں سے جنہوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں پھر ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر مست و مگن ہے۔

رشد ونمو پاتی ہیں لیکن اگر خود پرستی، اہانت نمائی، آبروریزی وتہمت زنی وغیرہ...... خدا محوری، شرح صدر، تحمل وو بردباری کی جگہیں لے لیں، تو صرف دشمن ہی اس سے فایدہ اٹھائیں گے جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ نا قابل تلافی نقصان اور ضرر سے دوچار ہوگا، جیسے اختلاف وتشتت اور پراکندگی نیز اسلام کی حاکمیت کی تضعیف وغیرہ..... کہ دشمنان اسلام کی دیرینہ وبنیادی آرزو بھی یہی ہے۔

حضرت علیؑ نے شہر انبار (عراق) میں معاویہ کے جاسوس وکارگزار کی دخالت اور تجاوز، اور افراد کے تجاوز کو رفع ودفع کرنے کے سلسلہ میں سستی برتنے کی بنا پر فرمایا:

((فیا عجبا واللّٰہ یمیت القلب و یجلب الھّم من اجتماع ھولاء القوم علیٰ باطلھم و تفرقکم عن حقکم))(۱)

کس قدر حیرت انگیز وتعجب خیز صورت حال ہے خدا کی قسم یہ بات دل کو مردہ بنا دینے والی ہے اور ہم وغم کو سمیٹنے والی ہے کہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع اور متحد ہیں اور تم اپنے حق پر بھی متحد نہیں۔

اس نکتہ کی یاد آوری بھی ضروری ہے کہ منافقین کا اتحاد و وحدت وقتی اور مخصوص زمانہ کے لئے ہوتا ہے صرف اسلامی نظام کو ختم کرنے کے لئے ہے، لیکن جب اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے یا صرف یہ کہ ابھی کامیابی کی خفیف علامت

....

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷۔

ہی سامنے آئی، تفرقہ وجدائی میں گرفتار ہونے لگتے ہیں اس لئے کہ ان کے اتحاد کا محور ومرکز باطل ہے اور ایسی وحدت کبھی بھی پائدار نہیں رہ سکتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ باطل ہمیشہ کمزور ونا پائدار ہے، باقی رہنے والی شی صرف حق ہے اور بس۔

فتنہ پروری

منافقین کی سیاسی رفتار کی وہ خصوصیت جسے قرآن باصراحت بیان کر رہا ہے فتنہ پروری ہے منافقین اسلامی معاشرہ میں فتنہ وآشوب برپا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس وسیلہ سے اپنے شوم ونحس مقاصد تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

کلمۂ فتنہ کے لئے چند معانی ذکر کئے گئے ہیں لیکن آیات میں منافقین کی توصیف کرتے ہوئے جو قرائن استعمال کئے گئے ہیں، اس پر توجہ کرتے ہوئے، دو معانی منافقین کی فتنہ گری کے مفہوم کو بیان کرنے والے ہوسکتے ہیں (۱)

---

(۱) اصل لغت میں فتنہ، وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں سونے کو خالص کرنے کے لئے آگ میں قرار دیتے ہیں، قرآن میں فتنہ سات معانی میں استعمال ہوا ہے انکا قدر مشترک (مشکل وتختی کا وجود ہے)۔

۱۔ آزمائش اور امتحان ﴿احسب الناس ان یترکوا ان یقول امنا وهم لا یفتنون﴾. عنکبوت/۲۔

۲۔ فریب واغواگری ﴿یابنی آدم لا یفتننکم الشیطان﴾. اعراف/۲۷۔

۳۔ شرک وبت پرستی ﴿و قاتلو هم حتی لا تکون فتنة. بقره/۱۹۳﴾. انفال/۳۹۔

۴۔ بلاء وعذاب ﴿واتقو افتنة لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصه﴾. انفال/۲۵۔

۵۔ گمراہ کرنا ﴿و من یرد الله فتنته فلن تملک له من الله شیئا﴾. مائدہ/۴۱۔

۶۔ آتش میں جلنا ﴿یوم هم علی النار یفتنون﴾. ذاریات/۱۳۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پہلا احتمال: یہ ہے کہ منافقین کی فتنہ پروری کا ہدف اسلامی معاشرہ میں اختلاف کی ایجاد اور مسلمانوں کے اندر فتنے وافتراق کا پیدا کرنا ہے۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ ان کی فتنہ گری کا مقصد شرک وبی ایمانی کی ترویج کرنا ہے، ذیل کی آیت میں فتنہ بہ معنی شرک کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

﴿و قاتلوهم حتی لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله﴾ (۱)

اور تم لوگ ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ کا وجود نہ رہ جائے۔

یہ آیت دو مرتبہ قرآن میں نازل ہوئی ہے فتنہ ان آیات میں شرک کے معنی میں استعمال ہوا ہے، صاحب ایمان حضرات کو حکم دیا گیا ہے کہ جہان میں شرک و بت پرستی کے ریشہ کنی تک مبارزہ وجنگ کرتے رہیں۔

اکثر مفسرین حضرات منافقین کے لئے فتنہ گری کے معانی میں پہلے احتمال کو قبول کرتے ہیں اور فتنہ گری کے معانی کو (تفریق کلمہ) مسلمین کے درمیان تشتت وافتراق کو سمجھتے ہیں لیکن میری نظر میں دونوں احتمال کو جمع کیا جا سکتا ہے، اس بیان کے ذریعہ کہ، منافقین ایجاد اختلاف کے ذریعہ مسلمین کی وحدت اور اسلامی حاکمیت کو تضعیف وسرنگوں کرتے ہوئے، شرک کے حامی اور طاغوتی حکومت کے خواستگار

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ۷۔ اختلاف، اس معنی کی آیت متن میں بیان کی جا چکی ہے۔

(۱) سورہ انفال/۳۹، سورہ بقرہ/۱۹۳.

ہیں اس لئے کہ اسلام نیز حق کی حاکمیت ختم ہو جانے کے بعد طاغوت و باطل کے سوا رہ ہی کیا جاتا ہے۔

﴿فماذا بعد الحق اِلّا الضلال﴾(۱)

حق کے بعد، گمراہی کے علاوہ کیا رہ گیا۔

بہرحال طول تاریخ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے دشمنوں نیز استعمارگروں کا شیوۂ کار یہ رہا ہے کہ، اختلاف ڈالو اور حکومت کرو، جن لوگوں نے اس شیوہ و طرز کا استعمال کیا ہے ان میں سے ایک، فرعون بھی ہے۔

﴿ان فرعون علا فی الارض و جعل اهلها شیعا﴾(۲)

فرعون نے روئے زمین پر بلندی اختیار کی اور اس نے اہل زمین کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا۔

منافقین بھی اس شیوہ، اختلاف ڈالو اور حکومت کرو کا استعمال کر کے فائدہ حاصل کرتے تھے، ہمیشہ اختلاف ایجاد کرنے کی فکر میں رہتے تھے تاکہ دوبارہ کفر کی حاکمیت کو واپس لے آئیں۔

﴿لو خرجوا فیکم مازادو کم الا خبالا ولأ وضعوا خلالکم یبغونکم الفتنة وفیکم سمّاعون لهم واللّٰه

---

(۱) سورہ یونس ۳۲۔

(۲) سورہ قصص ۴۔

علیم باالظالمین﴾(۱)

اگر یہ تمہارے درمیان نکل پڑتے تو تمہاری وحشت میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ کی تلاش میں گھوڑے دوڑاتے اور تم میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو ان کی سننے والے بھی تھے، اور اللہ تو ظالمین کو خوب جاننے والا ہے۔

مذکورہ کی آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ جہاد کی صف میں منافقین کا وجود، تفرقہ وتردید اور قلوب کو ضعیف کرنے کا سبب ہے، یہ اپنے سریع حضور و شدید ہنگامہ آرائی کی بنا پر ان مسلمانوں کو جو عمیق فکر نہیں رکھتے تھے اور منافق کے خطرات کو درک کرنے سے قاصر تھے فوراً تحت تاثیر قرار دیتے تھے، تاکہ لشکر کے افراد میں تفرقہ ایجاد کرسکیں۔

مسجد ضرار کے بنانے میں بھی، ہنگامہ، فتنہ گری، مومنین کے درمیان ایجاد تفرقہ اور کفر کی ترویج جیسے امور ان کے اہداف و مقاصد تھے(۲)

خداوند عالم سورہ توبہ کی آیت نمبر اڑتالیس جو منافقین کی جنگ تبوک میں فتنہ انگیزی کے صورت حال کو بیان کرتی ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فتنہ انگیزی منافقین کی دائمی رفتار ہے اور اس میدان میں سبقت رکھتے ہیں منافقین جنگ احزاب (خندق) میں بھی تفرقہ ایجاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے

---

(۱) سورہ توبہ / ۴۷۔ یہاں (سماع) سے مراد سادہ لوحی اور تاثیر پذیری ہے گرچہ بعض مفسرین نے جاسوس کے معنی میں لیا ہے لیکن جب منافقین خود ہی لشکر میں ہوں تو جاسوسی کرنا لغو ہے۔

(۲) سورہ توبہ / ۱۰۷ ﴿والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقا بین المومنین.

لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔

﴿لقد ابتغوا الفتنة من قبل و قلبوا لک الامور حتی جاء الحق و ظهر امر الله وهم کارهون﴾(۱)

بے شک انہوں نے اس سے قبل بھی فتنہ کی کوشش کی تھی اور تمھارے امور کو الٹ پلٹ دینا چاہتے تھے یہاں تک کہ حق آگیا اور امر خدا واضح ہو گیا اگر چہ یہ لوگ اسے ناپسند کر رہے تھے۔

تاریخ میں وافر شواہد موجود ہیں کہ منافقین، مومنین میں ایجاد اختلاف اور وحدت کلمہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے بہت زیادہ سعی و کوشش کیا کرتے تھے صرف دو مورد کو بیان کیا جا رہا ہے:

۱۔ جنگ احد میں عبداللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان میں سے تھا، تین سو افراد کو لے کر رسول اعظمؐ کے لشکر سے جدا ہو کر، مدینہ پلٹنے کا ارادہ کر لیا، بعض اشخاص نے جیسے عبداللہ جابر انصاری کے والد جو خزرج قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے کافی نصیحتیں کیں لیکن فائدہ بخش نہ رہی، عبداللہ ابن ابی رسولؐ اسلام کی صفوں سے جدا ہونے کا بہانہ یہ کر رہا تھا کہ ہم جن افراد کی قدر و قیمت کے قائل نہیں، پیامبرؐ اسلام نے ان کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے احد کی طرف حرکت کی ہے، عبداللہ ابن ابی اپنے ان الفاظ و حرکات سے چاہتا تھا کہ قبیلہ کے سرداروں کو بھڑکائے اور احد میں

---

(۱) سورہ توبہ ۴۸۔

شریک ہونے سے منع کرسکے لیکن کامیاب نہ ہوسکا(۱)

۲۔ مہاجرین میں سے ایک شخص بنام ''جہجاۃ'' اور ایک فرد انصار بنام ''سنان'' کا کنویں سے پانی لینے کے موقع پر اختلاف ہوگیا شخص مہاجر کے انصار کے منھ پر طمانچہ مار دینے کی وجہ سے، رسم جاہلیت کی بنا پر دونوں طرف کے افراد اپنے اپنے قبیلہ وگروہ کی نصرت کے لئے ننگی تلواریں لے کر میدان میں اتر آئے، قریب تھا کہ طرفین میں شدید جنگ شروع ہوجائے لیکن رسولؐ اسلام کی مداخلت سے ایسا نہ ہوسکا آپ نے فرمایا: اس طرح سے لڑنا اور مدد کا مانگنا شرم اور نفرت انگیز ہے منافق جماعت چاہتی تھی کہ اس موقعیت سے فائدہ اٹھائیں اور طرفین میں قبیلہ کے تعصب کو بھڑکائیں اور فتنہ ایجاد کریں لیکن مرسلؐ اعظم کی دخالت سے یہ سازش بھی ناکام رہی (۲)

اس طرز کے مشابہ حوادث اور واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس نکتہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ دشمن ہمیشہ چاہتا یہ ہے کہ فضا کو کینہ عداوت اور اختلاف سے آلودہ کئے رہے تا کہ دوبارہ جاہلیت کے رسم و رواج کو حاکمیت بخش سکے، یہ رفتار و شیوہ فقط کل کے منافقین کا نہیں تھا بلکہ آج اور آئندہ کے منافقین کا بھی ایسا ہی طرز عمل رہے گا۔

....

(۱) تفسیر المیزان، ج۱۰، ص۳۳۸۔

(۲) سیرت ابن ھشام ج ۲، ص ۲۹۔ منشور جاوید قرآن، ج ۴، ص ۸۱، ۸۲۔

حضرت امام علیؑ افتراق کے نقصانات، منافقین کی فتنہ گری کے خطرات کارگر ہونے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((و ایم اللّٰہ ما اختلفت امة قط بعد نبیها الاظهر اهل باطلها علی اهل حقها الاما شاء اللّٰہ))(۱)

خدا کی قسم ہر امت ان کے پیامبر کے بعد اختلاف سے دوچار ہوئی ہے اور اہل باطل حق پر قابض ہوگئے ہیں مگر وہاں جہاں خدا نے نہیں چاہا ہے۔

اہل حق کا آپس میں اختلاف وتفرقہ پیدا کرنے کا نتیجہ وثمرہ، اہل باطل کا ابھرنا اور ان کے اقتدار وقبضہ کا وسیع ہونا ہے لہذا اسی دلیل کی بنا پر منافق جماعت شدت سے کوشش کرتی ہے کہ اہل حق کے درمیان اختلاف اور دودلی ایجاد کردیں تا کہ اس کے ثمرہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے دوران حکومت، معاویہ اور اس کے اہل کار امام کے لشکر اور افراد میں فتنہ برپا کرنے اور اختلاف ڈالنے میں کامیاب ہوگئے اور جب آپ کے افراد اختلاف وتفرقہ کی بنا پر مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے، باوجودیکہ ان کا رہبر وقائد (امام علیؑ) جیسا بہترین فرد زمان ومکان تھا لیکن منافق جماعت اپنے ہدف میں کامیاب ہوگئی اور روز بروز امام علیؑ کی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر کرنے لگی تھی۔

....

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۵، ص ۱۸۱۔

جب امام علیؑ کو یمن پر بسر بن ابی ارطاۃ کے مسلط ہونے، نیز اس کے ہولناک مظالم کی خبر پائی کوفہ کے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا: خدا کی قسم میں جانتا تھا کہ تمہاری رفتار واطوار اور آپسی اختلاف وتفرقہ کی بناء پر ایسا دن ضرور آئے گا۔

﴿انی واللّٰہ لأظن ان ھولاء اقوم سید الون منکم باجتماعھم علی باطلھم و تفرقکم عن حقکم﴾(۱)

خدا کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم پر مسلط وقابض ہوجائیں گے اس لئے کہ یہ اپنے باطل پر متحد ہیں اور تم اپنے حق پر متحد نہیں ہو۔

نفسیاتی جنگ کی ایجاد

قرآن میں منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت میں سے ایک نفسیاتی جنگ کی ایجاد ہے، متزلزل ومضطرب ماحول سازی، ناامن فضا کی جلوہ نمائی، غلط اور جھوٹ افواہ کی نشرواشاعت، معاشرے میں بے بنیاد ومختلف تہمتوں کا وجود، معاشرہ میں ایک نفسیاتی جنگ کے عناصر ہیں وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کے نفسیاتی جنگ کے ذریعہ معاشرے کو اضطراب کی طرف لیجاتے ہوئے عمومی حوصلہ کو ضعیف کردیں اور مایوسی وناامیدی کا شکار بنادیں، تاکہ مومنین وقت پر صحیح اور ضروری اقدام کی صلاحیت کھو بیٹھیں، اور برمحل مناسب حرکت کی قدرت بھی نہ رکھ سکیں۔

نفسیاتی جنگ کی ایجاد کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کو حالت تردید

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۲۵۔

کا مریض بنا دیں ،تا کہ وہ ملک کی اطلاعات و اخبار کے سلسلہ میں مشکوک ہو جائے، اسلامی نظام کے ارکان اور کارگذاران نیز ممتاز شخصیت پر سے اعتماد سلب ہو جائے ،جس کا ثمرہ معاشرے میں اختلاف وتفرقہ اور اسلامی حکومت کی تضعیف ہے منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانے کے لئے مختلف طریقہ کار وطرز عمل سے استفادہ کرتے ہیں۔

نفسیاتی جنگ کے حربے اور وسائل

ا۔ دشمن کے عظیم اور بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا:

نفسیاتی جنگ کے سلسلہ میں ان کے وسایل میں سے ایک ،دشمن کے عظیم و بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا ،اور مسلمانوں کی قوتوں کو پست وتحقیر کرنا ہے ،وہ دشمن کے افراد اور وسائل کو شمار کرتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کو بہت معمولی اور حقیر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ مومنین کے دلوں میں خوف ورعب ڈال دیں تا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکیں۔

﴿واذقالت طائفة منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا﴾(۱)

اور جب ان کے ایک گروہ نے کہدیا کہ مدینہ والو اب یہاں ٹھکانہ نہیں ہے لہذا واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔

---

(۱) سورہ احزاب/۱۳۔

منافقین دشمنوں کی کامیابی کو عظیم تصور کرتے ہیں، اور مومنین کی فتح وکامیابی کو حقیر سمجھتے ہیں، مشرکین کی مفتضحانہ شکست کو ناچیز اور لشکر اسلام پر وارد شدہ نقصان کو خوف ناک انداز سے بیان کرتے ہیں، کبھی بے محل کامیابی کی خبر سنا کر مومنین کو غرور کا شکار بنا دیتے ہیں اور کبھی بے وقت شکست وخطرات کی اطلاع دے کر مومنین کو رعب ووحشت سے دوچار کر دیتے ہیں (۱)

﴿واذا جاء هم أمر من الأمن او الخوف اذاعوا به ولو ردّوه الى الرسول والى اولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم﴾ (۲)

جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو فورا نشر کر دیتے ہیں حالانکہ اگر رسول اور صاحبان امر کی طرف پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے۔

مذکورہ آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ واصل شدہ خبریں، باوجودیکہ اس کی صحت ودرستگی پر مطمئن ہی ہوں منتشر نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اس کے نتائج و اثرات کی تحقیق کرتے ہوئے نیز ذمہ دار افراد سے مشورہ کرنے کے بعد اسے نشر کرنا چاہئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ انسان کے علم میں جو کچھ بھی ہے وہ بیان کر دے۔

---

(۱) اس نکتہ کو سورہ احزاب کی آیت نمبر ۶۰ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲) سورہ نساء، ۸۳۔

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں:

((لا تقل کل ما تعلم فان الله فرض علیٰ جوارحک کلها فرائض تحتج بها علیک یوم القیامة))(۱)

ہر وہ بات جسے تم جانتے ہو اسے مت بیان کرو اس لئے کہ اللہ نے ہر عضو بدن کے کچھ فرائض قرار دئے ہیں اور ان ہی کے ذریعہ حجت قائم کی جائے گی۔

مضمون حدیث اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ بعض گفتگو وسخن کا اظہار مومنین یا اسلامی نظام کے اسرار کو افشا کرنے کے مترادف ہے یا فساد وفتنہ کا باعث ہے لہذا ایسی گفتگو کرنے والا کہ جس سے ایسے اثرات مرتب ہوں عدل الٰہی کے محضر میں جوابدہ ہوگا لہذا کوئی بھی کلام وگفتگو زبان پر لانے سے قبل اس کے عواقب ونتائج کے بارے میں بھی غور وفکر کرنی چاہئے، ہر بات چاہے کتنی ہی سچ کیوں نہ ہو بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲: مشتبہ خبروں کی ایجاد وتشہیر:

نفسیاتی جنگ کا دوسرا وسیلہ مشتبہ خبروں کی ایجاد اور معاشرے میں وسیع پیمانہ پر تشہیر کرنا ہے، افواہ پھیلانے والوں کا مقصد افراد پر اثر انداز ہونا ہے خواہ تھوڑے ہی عرصہ کیلئے ہو، مشتبہ خبروں کو شائع کرنا منافقین کا طرز عمل تھا اور ہے، یہ رسولؐ اسلام کے زمانے میں بحرانی حالات میں رونما ہوتے تھے اضطراب اور افواہ

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۳۸۲۔

کو پھیلا کر اسلامی معاشرے کو مضطرب کیا کرتے تھے، یہ شیطانی حرکات جنگ کے زمانے میں زیادہ عروج پر پہونچ جاتی تھیں، دشمن کے وسائل اور تعداد کا مبالغہ آمیز بیان یا پیامبر اسلام کے قتل کردئے جانے یا اسیر ہو جانے کی خبر، افواہ کے اصل محور ہوا کرتے تھے۔

جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت کچھ زیادہ مناسب نہیں تھی اس لئے کہ اسلام کے تمام مخالف گروہ پیامبر اسلام کی حکومت کو صفحۂ ہستی سے محو کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے، اور مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، اس موقع پر منافقین افواہ پھیلا کر مسلمانوں کی روحی حالت کو زیادہ سے زیادہ کمزور کر رہے تھے۔

خداوند عالم ذیل کی آیت میں منافقین کی حرکات کو برملا کرتے ہوئے تہدید کر رہا ہے کہ اگر اس بدرفتاری سے دست بردار نہ ہوئے تو ان کے ساتھ ایسا کیا جائے گا کہ یہ مدینہ میں رہ ہی نہیں سکتے ہیں۔

﴿لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض و المرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا﴾(۱)

پھر اگر یہ منافقین اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں

---

(۱) احزاب ۶۰ اس آیت میں جو تین عنوان ذکر کئے گئے ہیں ۱: منافقین ۲: مریض دل ۳: مرجفون (افواہ پھیلانے والے) کیا یہ تینوں عنوان تین گروہ کے ہیں جو مدینہ میں سازش کر رہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

افواہ پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے بعض نہ آئے تو ہم آپ ہی کو ان پر مسلط کریں گے پھر تو یہ آپ کے ساتھ میں چند ہی دن رہ پائیں گے۔

سماج اور معاشرے میں مشتبہ خبروں کے رائج ہونے سے روکنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ:

الف: اشخاص وافراد ان اخبار یا افواہ کو سننے کے بعد، جن کے صحیح ہونے میں شک وشبہ رکھتے ہیں اس کی تشہیر سے پرہیز کریں، افواہ کی تکرار وتشہیر دشمن کی ایک طرح سے مدد ہے اس لئے کہ وہ اس طرح سے اپنے شوم ارادہ اور مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اکثر مواقع پر اسلامی معاشرہ اس مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

حضرت امام صادقؑ نے انسان کو ہر سماعت کردہ خبر نقل کرنے سے منع فرمایا ہے

((کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع))(۱)

کسی انسان کے کاذب ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو سماعت کرے زبان پر بھی لے آئے۔

....

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) تھے یا یہ ایک ہی گروہ کے صفات ہیں؟ بعض نے فرمایا ہے کہ سازش کرنے والے تین گروہ تھے منافقین، مریض دل کہ جن کا شمار اراذل واوباش میں ہوتا تھا جو محاذ جنگ پر جانے کے بجائے مسلمانوں کیلئے اذیت وتکلیف کے اسباب فراہم کرتے تھے، مرجفون افواہ پھیلانے والے ہیں، لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تینوں عنوان منافقین کے لئے ہوں اس توضیح کے ساتھ کہ دوسرا اور تیسرا عنوان ان کی خصوصیت کو بیان کر رہا ہے جسکو اصطلاح میں ذکر الخاص بعد العام کہا جاتا ہے۔

(۱) بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۵۹۔

ب: حقایق کو کشف کرنے، باطل کو حق سے جدا کرنے اور مشتبہ خبر کو الگ کرنے کے لئے قابل اطمینان منبع کی طرف رجوع کرنا چاہئے تا کہ وہ ابہام کو آشکار کردیں اور دشمن اپنے شوم و منحوس مقاصد یعنی مسلمانوں کی روحی وضعیت کو ضعیف کرنے یا مسلمانوں کے ایک دوسرے بالخصوص کارگذاران سے اعتماد کو سلب کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

۳: افترا پردازی والزام تراشی:

تیسرا ذریعہ جو منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانے کیلئے استعمال کرتے ہیں افتراء پردازی والزام تراشی ہے، منافقین کی سیاسی رفتار کے خصائص میں سے ایک خصوصیت نفسیاتی جنگ کی ایجاد ہے تا کہ اسلامی معاشرے کی حرمت و آبرو اور امنیت کو خطرہ میں ڈال سکیں۔

اسلامی فرہنگ (کلچر) میں اشخاص کی آبرو، عزت، جان و اموال قابل احترام ہیں کوئی کسی ایک پر بھی تعرض کا حق نہیں رکھتا، اسی وجہ سے قانون معاشرت، حدود و قصاص مرتب کیے گے ہیں تا کہ معاشرے کی امنیت مختلف زاویہ سے قائم رہے، ان تینوں یعنی جان، اموال اور آبرو میں سے حرمت و آبرو کا خاص مقام ہے پیامبر اکرم فرماتے ہیں:

((ان اللّٰہ حرّم من المسلم دمه و عرضه و ان یظن به ظن السوء))(۱)

خداوند عالم مومن کی جان و آبرو کو محترم سمجھتا ہے، مومن کے سلسلہ میں سوء ظن حرام ہے

(۱) تفسیر قرطبی، ج۱۶، ص۳۳۲۔

اسلام کی نگاہ میں آبرو، حرمت کا تحفظ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ زنا و لواط کے الزام لگانے کو اگر ثابت نہ کر سکے تو اسی کوڑے مارنے کا حکم ہے اسی طریقہ سے غیر جنسی الزام لگانے پر حاکم شرع سزا دے سکتا ہے، انبیاء حضرات کے مخالفوں کا دائمی شیوۂ کار، پاکیزہ ہستیوں پر الزام و افتراء پردازی رہی ہے خصوصاً جنسی بہتان تراشی، یہاں تک کے حضرت موسیٰ اور بعض پیامبران پر بھی یہ تہمت لگائی گئی۔

نقل کیا جاتا ہے کہ قارون صرف اس لئے کہ زکاۃ کے قانون کو قبول نہ کرے اور فقراو غربا کے حقوق ادا نہ کرے، ایک سازش رچی، ایک بد کردار عورت کو حکم دیا کہ مجمع میں اٹھ کھڑی ہو اور حضرت موسیٰ پر نامشروع روابط کا الزام لگائے، خدا کے لطف کی بنا پر صرف یہی نہیں کہ قارون کی سازش ناکام رہی بلکہ اس عورت نے حضرت موسیٰ کی پاکیزگی کا اعلان کرتے ہوئے قارون کی سازش کا بھی اعلان کر دیا۔

خداوند متعال اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت کر رہا ہے کہ تم لوگ قارون جیسی صفت کے حامل نہ ہونا۔

﴿یاایھا الذین آمنوا لا تکونوا کا الذین آذوا موسی فبرأہ اللہ مما قالوا و کان عنداللہ وجیھا﴾(۱)

ایمان والو! خبردار ان کے جیسے نہ بن جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو اذیت دی تو خدا نے موسیٰ کو ان کے قول سے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک ایک وجیہ انسان تھے

....

(۱) سورہ احزاب/۶۹۔

حضرت یوسفؑ پر تہمت لگائی گئی کہ وہ زنا کا ارادہ کر رہے تھے، حضرت داودؑ پر الزام لگایا گیا کہ وہ ایک سپاہی کی بیوی سے شادی کرنا چاہتے تھے لہذا اس کے شوہر کو محاذ جنگ پر بھیج کر قتل کرا دیا، تا کہ اسکی بیوی سے شادی کر سکیں حضرت مریم عذرا سلام اللہ علیھا پر نامشروع روابط کی بہتان تراشی کی گئی۔

قرآن کریم کی آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین بھی اسلامی معاشرہ کے پاک طینت افراد کو اپنی پلید فکر کا نشانہ بناتے رہے ہیں، افک کا واقعہ اسی طرز عمل کا ایک نمونہ ہے آیت افک کی شان نزول اور اصل واقعہ کو دو طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

لیکن جو طرفین سے مسلم ہے وہ یہ ہے کہ ایک پاک دامن خاتون منافقین کی طرف سے مورد اتہام قرار دی گئی تھی، اسلامی معاشرے کے افراد اس کی عزت و آبرو کا دفاع کرنے کے بجائے اس افواہ کو وسعت دے رہے تھے خداوند عالم سورہ نور کی گیارہویں آیت سے لے کر ستر ہویں آیت تک کے ضمن میں منافقین کی رفتار کی سرزنش اور مسلمانوں کے رد عمل کی توبیخ کرتے ہوئے، اس قسم کی افواہ و افتراء پردازی سے مبارزہ کرنے کے صحیح اصول و شیوہ کو بتا رہا ہے، آیات کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

بے شک جن لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ تھا۔ تم اسے اپنے حق میں شر نہ سمجھو یہ تمہارے حق میں خیر ہے اور ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے خود کمایا ہے اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے، آخر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس تہمت کو سنا تھا تو مومنین و مومنات اپنے بارے میں خیر کا گمان کرتے اور کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا

بہتان ہے، پھر ایسا کیوں نہ ہوا پھر یہ چار گواہ بھی لے آتے اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ اللہ کے نزدیک بالکل جھوٹے ہیں اور خدا کا فضل دنیا و آخرت میں اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جو چرچا تم نے کیا تھا اس سے تمہیں بڑا عذاب گرفت میں لے لیتا، جب تم اپنی زبان سے چرچا کر رہے تھے اور اپنے منھ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تمہیں علم بھی نہیں تھا اور تم اسے بہت معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، اور کیوں نہ ایسا ہوا جب تم لوگوں نے اس بات کو سنا تھا تو کہتے کہ ہمیں ایسی بات کہنے کا کوئی حق نہیں ہے، خدایا! تو پاک و بے نیاز ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم صاحب ایمان ہو تو اب ایسی حرکت دوبارہ ہرگز نہ کرنا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے خلاف معاویہ کی پروپیگنڈا مشیزی بہت زیادہ فعال تھی، موقع بہ موقع، بہتان تراشی و افترا پردازی سے کام لیتی رہتی تھی، معاویہ کے افترا و الزام میں سے ایک عثمان کے قتل میں آپ کی شرکت کا پروپیگنڈا تھا، جب کہ آپ کی ذات ایسی حرکات سے مبرا تھی، آپ کا تارک الصلاۃ ہونا ایک دوسری تہمت تھی جو معاویہ نے پورے شام میں تشہیر کرا رکھی تھی۔

ہاشم بن عتبہ کا بیان ہے کہ معاویہ کے لشکر میں ایک جوان کو دیکھا جو بہت جوش و ولولہ سے لڑ رہا تھا اس سے اس جوش و خروش کی وجہ دریافت کی، اس نے کہا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں جو نماز نہیں پڑھتا ہے اور عثمان کا قاتل ہے(۱)

---

(۱) تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۵۵۶۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے فرق مبارک پر مسجد میں ضربت لگنے اور اس کے ذریعہ سے آپ کے شہادت واقع ہونے کی خبر جب شام میں منتشر ہوئی تو بعض شامی تعجب سے کہتے تھے کیا علیؑ نماز پڑھتے تھے؟!

حضرت علیؑ پر معاویہ کے طرف سے انتہائی دردناک وتکلیف دہ الزامات و اتہام میں سے ایک آپ کی طرف سے مرسل اعظمؐ کو قتل کرنے کے لئے سازش اور پروگرام مرتب کرنے کی تہمت تھی (۱)

بہر حال منافقین کا طریقہ عمل، معاشرہ میں تلاطم واضطراب پیدا کرنے کے لئے اتہام والزام کے حربے کا استعمال ہوتا ہے ان کے بعض مقاصد اس سلسلہ میں بطور اجمال پیش کئے گئے ہیں۔

شخصیت کے مجروح اور افراد کو متہم کرنے کے سلسلہ میں منافقین کے اہداف یہ ہوتے ہیں کہ اپنے امنیتی وحفاظتی دائرہ کو محکم اور اپنی شخصیت کو مبرّہ قرار دیں کیونکہ اپنی پوشیدہ حالت کے آشکار وعیاں ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں، لہذا دیگر اشخاص پر افتراء پردازی والزام تراشی سے ہنگامہ واضطراب پیدا کرتے رہتے ہیں تاکہ صاحبان ایمان کی شخصیت اس سے مضمحل اور متاثر ہوتی رہے (۲)

....

(۱) الغارات، ج ۲، ص ۵۸۱۔

(۲) اس نکتہ کو سورہ فتح کی آیت نمبر ۱۵ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

فصل سوم

منافقین کی نفسیاتی خصائص

منافقین کی نفسیاتی خصائص

ا۔ تکبر اور خود بینی

قرآن مجید وہ نکات جو منافقین کی نفسیاتی شناخت کے سلسلہ میں، روحی و نفسیاتی خصائص کے عنوان سے بیان کر رہا ہے، پہلی خصوصیت تکبر و خود محوری ہے۔

کبر کے معنی اپنے کو بلند اور دوسروں کو پست تصور کرنا، تکبر پرستی ایک اہم نفسیاتی مرض ہے جس کی بنا پر بہت زیادہ ہی اخلاقی انحرافات پیش آتے ہیں امیر المومنین حضرت علی فرماتے ہیں۔

((ایاک والکبر فانه اعظم الذنوب والئم العیوب))(۱)

تکبر سے پرہیز کرو اس لئے کہ عظیم ترین معصیت اور پست ترین عیب ہے۔

کبر، اعظم الذنوب ہے یعنی عظیم ترین معصیت ہے کیونکہ تکبر ہی کے

---

(۱) تصنیف الغرر الحکم، ص ۳۰۹۔

ذریعہ کفر نشوونما پاتا ہے، ابلیس کا کفر اسی کبر سے وجود میں آیا تھا، جس وقت اسے آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا گیا، اس نے خود کو آدمؑ سے بزرگ و برتر تصور کرتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور اس فعل کی بنا پر کفر کے راستہ پر چل پڑا۔

﴿ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین﴾(۱)

اس نے انکار و غرور سے کام لیا اور کافرین میں ہوگیا۔

انبیاء حضرات کے مخالفین، تکبر فطرت ہونے ہی کی بنا پر پیامبروں کے مقابلہ میں قد علم کرتے تھے، اور انبیاء حضرات کی تحقیر و تکفیر کرتے ہوئے آزار و اذیت دیا کرتے تھے، جب ان کو ایمان کیلئے دعوت دی جاتی تھی وہ اپنی تکبری فکر و فطرت کی بنا پر انکار کرتے ہوئے کہتے تھے۔

﴿قالوا ما انتم اِلّا بشر مثلنا﴾(۲)

ان لوگوں نے کہا تم سب ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔

کبر، انم العیوب، ہے یعنی تکبر پست ترین عیب ہے اس لئے کہ متکبر فرد کی نفسیاتی حقارت و پستی کی نشان دہی ہوتی ہے، وہ فرد جو خود کو بزرگ تصور کرتا ہے وہ احساس کمتری کا شکار رہتا ہے، لہذا چاہتا ہے کہ تکبر کے ذریعہ اس کمی کا مداوا کرسکے۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

---

(۱) سورہ بقرہ ۳۴/۔

(۲) سورہ یٰس ۱۵/۔

((ما من رجل تکبّر او تجبّر الا لِذلّةٍ وجدها فی نفسه))(۱)

کوئی فرد نہیں، جو تکبر یا ظالمانہ گفتگو کرتا ہو، اور پست طبیعت وحقیر نفس کا حامل نہ ہو۔

احادیث وروایات کے مطابق تکبر میں دو اہم بنیادی عنصر پائے جاتے ہیں، افراد کو پست وحقیر سمجھنا اور حق کے مقابلہ میں سر تسلیم خم نہ کرنا۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

((الکبر ان تغمص الناس و تسفه الحق))(۲)

تکبر یہ ہے کہ لوگوں کی تحقیر کرو اور حق کو بے مقدار تصور کرو۔

اسلامی اخلاق کے پیش نظر تکبر کے دونوں عنصر شدید مذموم ہیں اس لئے کہ اشخاص کی تحقیر کرنا خواہ وہ ظاہراً کسی جرم کے مرتکب بھی ہوئے ہوں محرمات میں شمار ہوتا ہے، امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

((ان اللّٰہ تبارک و تعالی ......اخفی ولیّه فی عباده فلا تستصغرون عبدا من عبید اللّٰه فربما یکون ولیّه و انت لا تعلم))(۳)

خداوند عالم نے اپنے خاص افراد کو اپنے بندوں کے درمیان پھیلا رکھا

....

(۱) اصول کافی، ج۲، ص۳۱۲۔

(۲) میزان الحکمة، ج۸، ص۳۰۵، بحار الانوار، ج۷۳، ص۲۱۷۔

(۳) بحار الانوار، ج۹۰ ص۲۶۳۔

ہے، بندگان خدا میں کسی کی تحقیر و بے احترامی نہ کرو، شاید وہ اللہ کے دوستوں میں سے ہوں اور تمہیں علم نہ ہو۔

ایک دوسری روایت میں حضرت امام صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ خدا فرماتا ہے:

((لیأذن بحرب منی من اذلّ عبدی المؤمن))(۱)

جو بھی کسی بندۂ مومن کی تحقیر و تذلیل کرے ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے۔

جمہوری اسلامی ایران کے بانی حضرت امام خمینیؒ کتاب تحریر الوسیلہ کے امر بالمعروف والے باب میں تحریر فرماتے ہیں۔

معروف کے حکم دینے اور برائی سے روکنے والے خود کو مرتکب گناہ فرد سے برتر و بغیر عیب کے نہ جانیں، شاید ہو سکتا ہے کے مرتکب گناہ (خواہ کبیرہ) اچھے صفات کا حامل ہو اور خدا اس کو دوست بھی رکھتا ہو لیکن تکبر و خود بینی کی گناہ کے وجہ سے امر بالمعروف کرنے والا سقوط کر جائے اور شاید ہو سکتا ہے کہ آمر معروف و ناہی منکر ایسے برے صفات کے حامل ہوں کہ خداوند متعال کی نگاہ میں مبغوض ہوں چاہے خود انسان اپنے اس برے صفت کا علم نہ رکھتا ہو۔

لیکن اس بات کو عرض کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ امر بالمعروف اور حدود الٰہی کا اجرا ترک کر دیا جائے بلکہ انسان و اشخاص کی کرامت و حرمت اور ایمانی

....

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۴۵۔

منزلت کو حفظ کرتے ہوئے امر بالمعروف اور حدود کا اجرا کرنا چاہیے۔

پیامبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

((اذا زنت خادم احد کم فلیجلدھا الحدو لا یعیّرھا))(۱)

اگر تمہاری کسی کنیز نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو اس پر زنا کی حد جاری کرو مگر اس کی عیب جوئی وطعنہ زنی کا تم کو حق نہیں۔

اسی بنا پر بارہا دیکھا گیا ہے کہ رسول اسلامؐ اور امیر المومنین نے زنا محصنہ کے مرتکب افراد پر حد جاری کرنے کے بعد خود با احترام اس کے جنازہ پر نماز میت پڑھی ہے اور ان کی حرمت وآبرو کو حفظ کیا ہے(۲)

اکثر روایات اور احادیث میں حق کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے، نزاع اور جدال غیر احسن کے عنوان سے اسکی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت امام صادقؑ کا قول ہے:

((اما الجدال الذی بغیر التی ھی احسن ان تجادل مبطلا فیورد علیک مبطلا فلا تردّہ بحجۃ قد نصبھا اللہ ولکن تجحدقولہ اوتجحدحقا یرید ذلک المبطل ان یعین بہ باطلہ فتجحد ذلک الحق مخافۃ ان یکون

....

(۱) مجموعہ ورام، ج۱، ص۵۷۔

(۲) سفینۃ البحار، ج۱، ص۵۱۲، وسائل الشیعہ، ج۱۸، ص۳۷۵، بحار الانوار، ج۲۸، ص۱۲۔

علیک فیه حجة))(۱)

جدال غیر احسن یہ ہے کہ کسی ایسے فرد سے بحث کیا جائے جو ناحق ہے اور اس کے ساتھ حجت و منطق نیز شرعی دلیل کے ذریعہ وارد بحث نہ ہوا جائے اور اس کے قول یا اس کے حق کو انکار کردیا جائے اس خوف کی بنا پر کہ خدا نا خواستہ (حق) کے ذریعہ اپنے باطل کے لئے مدد لے۔

قرآن و روایات میں تسلیم حق کے سلسلہ میں زیادہ تاکید کی گئی ہے حق پذیری بندگان خدا اور مومنین کے صفات میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿فبشّر عباد الذین یستمعون القول فیتّبعون احسنه،﴾(۲)

اے پیغمبر! آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئے جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں۔

حق کے مقابلہ سر تسلیم خم کرنا مومنین کے صفات و خصائص میں سے ہے اور کبر کا نکتۂ مقابل ہے۔

﴿طلبت الخضوع فما وجدت الا بقبول الحق، اقبلوا الحق فان قبول الحق یبعد من الکبر﴾(۳)

....

(۱) تفسیر نور الثقلین، ج۴، ص۱۶۳۔

(۲) سورہ زمر/۱۷، ۱۸۔

(۳) بحار الانوار، ج۶۹، ص۳۹۹۔

میں نے خضوع کو طلب کیا اور اس کو صرف تسلیم حق میں پایا حق کے مقابل تسلیم پزیر رہو کہ یہ حالت تم کو کبر سے دور رکھتی ہے۔

آیات قرآن کی بنا پر تکبر منافقین کی صفات میں سے ہے۔

﴿واذاقیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لوّوا رئوسهم ورایتهم یصدون وهم مستکبرون﴾(۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسوؐل تمہارے حق میں استغفار کریں گے تو یہ سر پھرا لیتے ہیں اور تم دیکھو گے کہ استکبار کی بنا پر منھ بھی موڑ لیتے ہیں۔

﴿واذاقیل له اتّق الله اخذته العزّة بالاثم،﴾(۲)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تقوای الٰہی اختیار کرو تو تکبر کے ذریعہ گناہ پر اتر آتے ہیں۔

﴿واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انّما نحن مصلحون﴾(۳)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

قرآن کریم منافقین کے سلسلہ میں دونوں مناظر (تحقیر افراد اور عدم تسلیم

....

(۱) سورہ منافقون/۵۔

(۲) سورہ بقرہ/۲۰۶۔

(۳) سورہ بقرہ/۱۱۔

حق) کی تصریح کر رہا ہے کہ وہ خود کو اہل فہم وفراست اور دیگر افراد کو سفیہ (احمق) سمجھتے ہیں اور اس وسیلہ سے اشخاص کی تحقیر کرتے ہیں۔

﴿واذا قیل لهم آمنو کما آمن الناس قالو أنؤمن کما آمن السفهاء﴾(۱)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان اختیار کرلیں؟

منافقین کے بارے میں عدم تسلیم حق کی تصویر کشی کرتے ہوئے خدا ان کو خشک لکڑیوں سے تشبیہ دے رہا ہے۔

﴿کأنهم خشب مسنّدة﴾(۲)

گویاں سوکھی لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگادی گئی ہیں۔

۲۔خوف وہراس

قرآن کریم منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کے سلسلہ میں دوسری صفت خوف وہراس کو بتا رہا ہے، قرآن ان کو بے حد درجہ ہراساں وخوف زدہ بیان کر رہا ہے، اصول کی بنا پر شجاعت وشہامت ،خوف وحشت کا ریشہ ایمان ہوتا ہے، جہاں ایمان کا وجود ہے دلیری وشجاعت کا بھی وجود ہے۔

....

(۱)سورہ بقرہ ر۱۳۔

(۲)سورہ منافقون ر۴۔

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

((لا یکون المومن جبانا))(۱)

مومن بزدل وخائف نہیں ہوتا ہے۔

قرآن مومنین کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے ان کی شجاعت اور مادی قدرت وقوت سے خوف زدہ نہ ہونے کی تصریح کر رہا ہے۔

﴿......وانّ اللّٰہ لا یضیع اجر المؤمنین الذین استجابوا للّٰہ والرسول من بعد مَا اصابھم القرح للّذین احسنوا منھم واتقوا اجرعظیم الذین قال لھم النّاس ان النّاس قدجمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنااللّٰہ ونعم الوکیل﴾(۲)

خداوندعالم صاحبان ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (خواہ شہیدوں کے اجر کو اور نہ ہی مجاہدوں کے اجر کو جو شہید نہیں ہوئے ہیں) یہ صاحبان ایمان ہیں جنھوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول کی دعوت پر لبیک کہی (میدان احد کے زخم بہبود بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حمراء الاسد میدان کی طرف حرکت کرنے لگے) ان کے نیک کردار اور متقی افراد کیلئے نہایت درجہ عظیم اجر ہے، یہ وہ ایمان والے ہیں کہ جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ

(۱) بحارالانوار، ج۶۷، ص۳۶۳۔

(۲) سورہ آل عمران/۱۷۳،۱۷۱۔

لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کر لیا ہے لہذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

حقیقی صاحبان ایمان کی صفت شجاعت ہے لیکن چونکہ منافقین ایمان سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان کے نزدیک خدا کی قوت لا یزال و بی حساب پر اعتماد و توکل کوئی مفہوم و معنا نہیں رکھتا ہے لہذا ہمیشہ موجودہ قدرت سے خائف و ہراساں ہیں خصوصاً میدان جنگ کہ جہاں شہامت، سرفروشی، ایثار ہی والوں کا گذر ہے، وہاں سے ہمیشہ فرار اور دور ہی سے جنگ کا نظارہ کرتے ہیں اور نتیجہ کے منتظر ہوتے ہیں۔

﴿فاذا جاء الخوف رأيتهم ينظرون اليک تدور أعينهم کا الذی يغشی عليه من الموت﴾(۱)

جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی جیسے موت کی غشی طاری ہو۔

سورہ احزاب کی آٹھویں آیت سے پچیسویں آیت، جنگ خندق کے سخت حالات و مسائل سے مخصوص ہے، ان آیات کے ضمن میں چھ مرتبہ صداقت کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بعض افراد کے خوف و ہراس کو بھی بیان کیا گیا ہے، جنگ احزاب اپنے خاص شرائط (زمانی و مکانی) کی بنا پر مومنین کی ایمانی صداقت اور منافقین کے جھوٹے دعوے کو پرکھنے کے لئے بہترین کسوٹی و محک ہے۔

(۱) سورہ احزاب/۱۹۔

ایمان میں صادق افراد کا ذکر آیت نمبر تیئس اور چوبیس میں ہو رہا ہے:

﴿من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر و ما بدلوا تبديلا ليجزى الله الصادقين بصدقهم و يعذب المنافقين ان شاء او يتوب عليهم ان الله كان غفورا رحيما﴾(۱)

مومنین میں ایسے بھی مرد میدان ہے جنھوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دیکھایا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے تا کہ خدا صادقین کو ان کی صداقت کا بدلہ دے اور منافقین کو چاہے تو ان پر عذاب نازل کرے یا ان کی توبہ قبول کرے اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ان آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ ایمان میں صادق سے مراد دین کی راہ میں جہاد و شہادت ہے بعض افراد نے شہادت کے رفیع مقام کو حاصل کر لیا ہے اور بعض اگر چہ ابھی اس عظیم مرتبہ پر فائز نہیں ہوئے ہیں لیکن شجاعت و شہامت کے ساتھ ویسے ہی منتظر و آمادہ ہیں، اسی سورہ کی آیت نمبر بیس میں خوبصورتی کے ساتھ منافقین کے اضطراب و خوف کو میدان جنگ کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے، آیت اور اس کا ترجمہ اس سے قبل پیش کیا جا چکا ہے۔

---

(۱) سورہ احزاب ۲۳،۲۴۔

۳۔ تشویش و اضطراب

منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں سے، تشویش و اضطراب بھی ہے چونکہ ان کا باطن ظاہر کے برخلاف ہے لہذا ہمیشہ اضطراب کی حالت میں رہتے ہیں کہیں ان کے باطن کے اسرار افشانہ ہو جائیں اور اصل چہرے کی شناسائی نہ ہو جائے جس شخص نے بھی خیانت کی ہے یا خلافِ امر شی کا مرتکب ہوا ہے اس کے افشا سے ڈرتا ہے اور تشویش و اضطرب میں رہتا ہے عربی کی مثل مشہور ہے" الخائن خائف" خائن خوف زدہ رہتا ہے، دوسرے یہ کہ منافقین نعمت ایمان سے محروم ہونے کی بنا پر مستقبل کے سلسلہ میں کبھی بھی امیدواری و درخشندگی کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور اپنے انجام کار سے خائف اور ہراساں رہتے ہیں اس کے برخلاف صاحبان ایمان یادالٰہی اور اپنے ایمان کی بنا پر اطمینان و سکون سے ہمکنار رہتے ہیں۔

﴿ألا بذكر الله تطمئن القلوب﴾(۱)

آگاہ ہو جاؤ کہ ذکر خدا ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

منافقین اپنی خیانت کارانہ حرکات کی وجہ سے اضطراب و تشویش کی وادی میں پڑے رہتے ہیں لہذا ہر قسم کی افشاگری و تہدید کی آواز کو اپنے خلاف ہی تصور کرتے ہیں۔

﴿يحسبون كل صيحة عليهم﴾ ۲

....

(۱) سورہ رعد/۲۸۔

(۲) سورہ منافقون/۴۔

یہ ہر فریاد کو اپنے خلاف ہی گمان کرتے ہیں۔

منافقین کی دائمی کوشش یہ رہتی ہے کہ جس طرح سے بھی ہو خود کو مومنین کی صفوں میں داخل کریں اور صاحبان ایمان کو مطمئن کرادیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں لیکن ہمیشہ پریشان خیال رہتے ہیں کہ کہیں رسوا و ذلیل نہ ہو جائیں۔

﴿ویحلفون باللہ انھم لمنکم و ما ھم منکم و لکنھم قوم یفرقون﴾ (۱)

اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ لوگ بزدل ہیں۔

ان کے ہراسان و پریشان رہنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب بھی کوئی جدید آیت کا نزول ہوتا ہے تو ڈرتے ہیں کہ کہیں وحی کے ذریعہ ہمارے اسرار فاش نہ ہو جائیں، اس نکتہ کو قرآن کریم صراحت سے بیان کر رہا ہے اور تاکید کر رہا ہے کہ راہ نفاق کا انجام خیر نہیں ہو سکتا، اگر چہ چند روز اپنے باطن کو چھپانے میں کامیاب ہو جائیں لیکن سرانجام رسوا و ذلیل ہو کر رہیں گے۔

﴿یحذر المنافقون ان تنزل علیھم سورۃ تنبّئھم بما فی قلوبھم قل استھزئوا ان اللہ مخرج ما تحذرون﴾ (۲)

منافقین کو یہ خوف بھی ہے کہ کہیں کوئی سورہ نازل ہو کر مسلمانوں کو ان کے دل

---

(۱) سورہ توبہ/۵۶۔

(۲) سورہ توبہ/۶۴۔

کے حالات سے باخبر نہ کردے تو آپ کہہ دیجئے کہ تم اور مزاق اڑاؤ اللہ بہر حال اس چیز کو منظر عام پر لے آئے گا جس کا تمہیں خطرہ ہے۔

سورہ بقرہ کی آیات نمبر سترہ سے بیس تک میں منافقین کی کشمکش، ترس و اضطراب کی حالت، کو دو معنیٰ خیز تشبیہوں کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ لجاجت گری

منافقین کی چوتھی نفسیاتی خصوصیت لجاجت گری ہے لجاجت ایک روحی ونفسانی مرض ہے جو صحیح معرفت کے حصول میں اساسی مانع ہے معرفت شناسی میں اس نکتہ کو بیان کیا گیا ہے کہ بعض اخلاقی رذائل سبب ہوتے ہیں کہ انسان حقیقت تک نہ پہونچ سکے، جیسے بیہودہ تعصب، بغیر دلیل خاص، نظریہ پر اصرار، غلط آرزو اور خواہشات وغیرہ......(۱)

امیر المومنین حضرت علیؑ دو حدیث میں اس مطلب کو صراحتاً بیان فرمارہے ہیں:

((اللجاجة تسل الرای))(۲)

لجاجت صحیح و مستحکم رای کو فنا کردیتی ہے۔

((اللجوج لارای له))(۳)

....

(۱) نظریۃ المعرفہ، ص۳۱۹۔

(۲) نہج البلاغہ، حکمت، ۱۷۹۔

(۳) میزان الحکمۃ، ج۸، ص۴۸۴۔

لجاجت گر فرد صحیح فکر ونظر کا مالک نہیں ہوتا۔

جو فرد لجاجت گری کے وادی میں سرگردان ہو صاحب رای ونظر نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ لجاجت اس کی بینائی ودانائی پر ایک ضخیم پردہ ڈال دیتی ہے جس کی بنا پر لجاجت گر فرد تمام حقائق کو اپنی خاص نظر سے دیکھتا ہے لہذا ایسا فرد حق شناسی کے وسائل ونور حق کو اختیار میں رکھتے ہوئے بھی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا ہے چونکہ منافقین کا بنیادی منشا اپنی آمال وخواہشات کی تکمیل اور باطل راہ میں قدم رکھنا ہے لہذا کبھی بھی حق کو حاصل نہیں کرسکتا ہے، امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

((من كان غرضه الباطل لم يدرك الحق ولو كان اشهر من الشمس))(۱)

جس کا بنیادی ہدف باطل ہو کبھی بھی حق کو درک نہیں کرسکتا ہے خواہ حق آفتاب سے روشن تر ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید منافقین کی حالت لجاجت کو بیان کرتے ہوئے ان کی یوں توصیف کررہا ہے:

﴿صم بكم عمي فهم لا يرجعون﴾ ۲

یہ سب بہرے، گونگے اور اندھے ہوگئے ہیں اور پلٹ کر آنے والے نہیں ہے۔

منافقین کی لجاجت سبب بن گئی کہ وہ نہ سن سکے جو سننا چاہئے تھا، نہ دیکھ سکے

---

(۱) غرر الحکم، نمبر ۸۸۵۳۔

(۲) سورہ بقرہ/۱۸۔

جو دیکھنا چاہئے تھا، نہ کہہ سکے جو کہنا چاہئے تھا، باوجودیکہ آنکھ، کان، زبان جو ایک انسانِ بااعتدال کے لئے صحیح ادراک کے وسائل ہیں، یہ بھی اختیار میں رکھتے ہیں لیکن ان کی لجاجت گری سبب ہوئی کہ عظیم نعمات سے محروم، اور جہالت کی وادی میں سر گرداں ہیں۔

منافقین کا بہرہ، اندھا، گونگا ہونا آخرت سے مخصوص نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے ہی ہیں، ان کا قیامت میں بہرہ، اندھا، گونگا ہونا ان کے حالات سے اسی دنیا میں مجسم ہے۔

﴿لهم قلوب لا یفقهون بها ولهم اعین لا یبصرون بها ولهم آذان لا یسمعون بها﴾(۱)

ان کے پاس دل ہے مگر سمجھتے نہیں ہیں، آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں، کان ہیں مگر سنتے نہیں۔

مذکورہ آیت سے استناد کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے منافقین اسی دنیا میں اپنی لجاجت کی بنا پر صحیح سماعت و بصارت، زبان گویا حق کو درک اور بیان کرنے کے لئے نہیں رکھتے ہیں، اور مدام باطل کے گرداب میں غوطہ زن ہیں۔

ماحصل یہ ہے کہ منافقین کے فہم و شعور کے منافذ و مسلمات لجاجت پسندی کی بنا پر بند ہو چکے ہیں۔

....

(۱) سورہ اعراف ۱۷۹۔

قرآن مجید نفاق کی اس حالت کو (طبع قلوب) سے یاد کر رہا ہے۔

﴿طبع اللّٰہ علی قلوبھم فھم لا یعلمون﴾ (۱)

خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اب وہ لوگ کچھ جاننے والے نہیں۔

﴿فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون﴾ (۲)

ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو اب کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔

جو مہر ان کے دلوں پر لگائی گئی ہے اس کا سبب یہ ہوگا کہ حق کی گفتگو سماعت نہ کر سکیں اور حق کی عدم قبولیت ان کی ہمیشہ کی روش بن جائے، البتہ یہ بات واضح ہے کہ طبع قلوب (دلوں پر مہر لگنا) کے اسباب خود انہوں نے فراہم کئے ہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگنا خود ان کے افعال و کردار کا نتیجہ ہے۔

۵۔ ضعف معنویت

منافقین کی پانچویں نفسیاتی و نفسانی صفت جسے قرآن مجید بیان کر رہا ہے معنویت میں ضعف و سستی کا وجود ہے، یہ گروہ ضعف بصارت کی بنا پر خدا سے زیادہ عوام اور لوگوں کے لئے حرمت و عزت کا قائل ہے۔

منافقین محکم و راسخ ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے غیبی و معنوی قدرت پر بھی محکم و کامل ایمان نہیں رکھتے، ان کی ساری غیرت اور خوف فقط ظاہری ہے، عوام

---

(۱) سورہ توبہ/۹۳۔

(۲) سورہ منافقون/۳۔

سے حیا کرتے ہیں، لیکن خدا کے محضر میں بے حیا ہیں چونکہ خود کو الٰہی محضر میں سمجھتے ہی نہیں اور خدا کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔

﴿یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللّٰہ وھو معھم اذ یبیتون ما لا یرضی من القول وکان اللّٰہ بما یعملون محیطاً﴾(۱)

یہ لوگ انسانوں کی نظروں سے اپنے کو چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپ سکتے ہیں جب کہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ رہتا ہے جب وہ ناپسندیدہ باتوں کی سازش کرتے ہیں اور خدا ان کے تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اگر ظاہر میں ایک عبادت انجام دیں یا ظواہر اسلامی کی رعایت کریں تو صرف عوام نیز لوگوں کی توجہ و اعتماد کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے ورنہ ان کی عبادتیں ہر قسم کے مفہوم اور معنویت سے خالی ہیں۔

﴿ان المنافقین...اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یرائون الناس ولا یذکرون اللّٰہ الا قلیلاً﴾(۲)

منافقین ... جب نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ، لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں، اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

---

(۱) سورہ نساء/۱۰۸۔

(۲) سورہ نساء/۱۴۲۔

﴿و لا یاتون الصلوٰۃ الاوهم کسالیٰ﴾ (۱)

اور یہ نماز بھی سستی و اور تساہلی کے ساتھ بجالاتے ہیں۔

اگرچہ مذکورہ دونوں آیات میں منافقین کی ریا و کسالت (سستی) نماز کے موقع کے لئے بیان کی گئی ہے، لیکن علامہ طباطبائی " تفسیر المیز ان میں فرماتے ہیں نماز، قرآن میں تمام معنویت کا محور و مرکز ہے لہذا اس نکتہ پر توجہ کرتے ہوئے دونوں آیت کا مفہوم یہ ہے کے منافقین تمام عبادت و معنویت میں بے حال و سست ہیں اور صاحبان ایمان کے جیسی نشاط و فرحت، سرور و شادمانی نہیں رکھتے ہیں۔

البتہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیات میں بھی منافقین کی عبادات کو بے معنویت اور سستی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

﴿ولاینفقون الا و هم کارهون﴾ (۲)

اور راہ خدا میں کراہت و ناگواری کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت صراحتاً بیان کر رہی ہے کہ ان کے انفاق کی بنا اخلاص و خلوص پر نہیں ہے، سورہ انفال میں بھی مسلمانوں کے مبارزہ و جہاد کی صف میں ان کی حرکات کو ریا سے تعبیر کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس منافقانہ عمل سے دور رہنے کے لئے کہا گیا ہے:

﴿ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطرا و رئاء

---

(۱) سورہ توبہ/۵۴۔

(۲) سورہ توبہ/۵۴۔

الناس﴾(۱)

اوران لوگوں کے جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلتے ہیں۔

بہر حال جن اشخاص نے دین کے اظہار کو قدرت طلبی ،شیطانی خواہشات کے حصول کے لئے وسیلہ قرار دیا ہے،ان کی رفتار و گفتار میں دین داری کی حقیقی روح نہیں ملتی ہے وہ عبادت کو خودنمائی کے لئے اور سستی سے انجام دیتے ہیں۔

۶۔خواہشات نفس کی پیروی

منافقین کی چھٹی نفسیاتی خصوصیت ،خواہشات نفسانی کی پیروی اور اطاعت ہے ،منافقین حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور عقل ونقل کی پیروی اور اطاعت کرنے کے بجائے ،امیال وخواہشات نفسانی کے تابع وپیروکار ہیں،ضعیف اعتقاد نیز باطل اور نحس مقاصد کی بنا پر خدا پرستی وحق محوری ان کے لئے کوئی مفہوم ومعنی نہیں رکھتا ہے وہ خواہشات نفسانی کے مطیع وخود محوری کے تابع ہیں۔

﴿اولئک الذین طبع اللّٰہ علی قلوبھم واتبعوا اھوائھم﴾(۲)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگادی ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کرلیا ہے۔

....

(۱)سورہ انفال/۴۷۔

(۲)سورہ محمد/۱۶۔

تکبراور برتربنی خواہشات نفسانی کی نمائش و علامت میں سے ایک ہے،خواہشات نفسانی کے دو آشکار نمونے ، ریاست و منصب کی طلب اور دنیا پرستی ہے جو منافقین میں پائی جاتی ہے،مال و منصب کی محبت،نفاق کی جڑوں کو دلوں میں رشد اور مستحکم کرنے کے عوامل میں سے ہیں۔

پیامبر عظیم الشان فرماتے ہیں:

((حب الجاه و المال ينبتان النفاق كما ينبت الماء البقل))(۱)

مال دنیا اور مقام و منصب کی محبت،نفاق کو دل میں یوں رشد دیتی ہے جیسے پانی سبزے کو نشو نما دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ وہ ریاست و منصب قابل مذمت ہے جس کا مقصد و ہدف انسان ہو یہ وہی مقام پرستی ہے جو لوگوں کے دین کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔

نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت امام رضا کے محضر میں کسی کا نام لیتے ہوئے کہا گیا وہ منصب و مقام پرست ہے،آپ نے فرمایا:

((ماذئبان ضاريان في غنم قد تفرق رعاؤها بأضرّ في دين المسلم من الرياسة))(۲)

دو خونخوار بھیڑیوں کا خطرہ ایسے گلہ کے لئے جو بغیر چوپان کے ہو اس خطرہ سے

---

(۱) المحجۃ البیضاء،ج۶،ص۱۱۲۔

(۲) بحار الانوار،ج۷۳،ص۱۴۵۔

زیادہ نہیں، جو خطرہ مسلمان کے دین کو ریاست طلبی ومقام پرستی سے ہے۔

لیکن وہ مال ومقام جو اپنی اور اپنے خانوادے کی زندگی کی بہتری نیز مخلوق خدا کی خدمت اور پرچم حق کو بلند وقائم کرنے اور باطل کو ختم کرنے کے لئے ہو، وہ قابل مذمت نہیں ہے بلکہ عین آخرت اور حق کی راہ میں قدم بڑھانا ہے، شاید کبھی واجب بھی ہوسکتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اپنی پیوندزدہ اور بے قیمتی نعلین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن عباس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

((واللہ لھی احب الی من امرتکم الا ان اقیم حقا او ادفع باطلا))(۱)

خدا کی قسم! یہ بی قیمت نعلین مجھے تمہارے اوپر حکومت سے زیادہ عزیز ہے مگر یہ کہ حکومت کے ذریعہ کسی حق کو قائم کرسکوں یا کسی باطل کو دفع کرسکوں۔

اس بنا پر اسلام میں اپنے اور خانوادے کی معاشی زندگی کے لئے کوشش وتلاش کو راہ خدا میں جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

((الکاد علی عیالہ کالمجاھد فی سبیل اللہ))(۲)

جو فرد بھی اپنے خانوادہ کی امرار معاش کے لئے کوشش وسعی کرتا ہے وہ مجاہد راہ خدا ہے۔

....

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۳۳۔

(۲) بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۳۲۴۔

دوسرے افراد کی خدمت گذاری کو بھی بہترین افعال میں شمار کیا گیا ہے۔

((خیر الناس انفعھم للناس))(۱)

بہترین فرد وہ ہے جس سے بیشتر فائدہ لوگوں کو پہنچتا ہے۔

لیکن منافقین کے اہداف فقط دنیا کے اموال، مناصب واقتدار پر قبضہ کرنا ہے، دوسروں کی خدمت مدنظر نہیں ہے، اور اپنے اس پست وحقیر مقصد کے حصول کی خاطر تمام اسلامی وانسانی اقدار کو پامال کرنے کے لئے حاضر ہیں۔

مدینہ کے منافقین کا سرغنہ، عبد اللہ ابن ابی کا باطنی مرض یہ تھا کہ جب اس نے اپنی ریاست کے دست وبازو قطع ہوتے دیکھے تو تمام خیانت کاری وپست فطرتی کا مظاہرہ پیامبر اسلامؐ ومسلمانوں پر کرنے لگا کہ شاید ہاتھ سے جا چکا مقام ومنصب دوبارہ حاصل ہو جائے۔

منافقین کی دنیا طلبی کی شدید خواہش کی کیفیت کو قرآنی آیات نے بخوبی بیان کیا ہے، قرآن کریم اکثر موارد پر اس نکتہ کو بیان کر رہا ہے کہ منافقین اگر چہ میدان جنگ میں کوئی فعال کردار ادا نہیں کرتے لیکن جنگ ختم ہوتے ہی غنائم کی تقسیم کے وقت میدان میں حاضر ہو جاتے ہیں، اور اپنے سہم کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں اس موضوع سے مربوط بعض آیات کو منافقین کی موقع پرستی کی بحث میں بیان کیا جا چکا ہے۔

....

۳۔ مستدرک الوسایل، ج ۱۲، ص ۳۹۱۔

۷۔ گناہ کی تاویل گری

منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کی ساتویں کڑی، گناہ کی توجیہ وتاویل گری ہے اس سے قبل اشارہ کیا گیا ہے کہ منافقین کی تمام سعی لاحاصل یہ ہے کہ اپنے باطن اور پلید نیت کو مخفی کرکے، اور جھوٹی قسمیں کھاکر، ظواہر کی آراستگی کرتے ہوئے خود کو صاحبان ایمان واقعی کی صفوف میں شامل کرلیں۔

اگرچہ صدر اسلام میں ایسا ممکن ہوسکا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے باطن کو مخفی نہیں رکھ سکتے چونکہ ان سے بعض اوقات ایسے افعال واعمال صادر ہوجاتے ہیں کہ جسکی وجہ سے مومنین ان کے ایمان میں شک کرنے لگتے ہیں لہذا منافقین، اس لئے کہ مسلمانوں کی نظروں سے نہ گر جائیں، نیز مسلمانوں کا اعتماد ان سے سلب نہ ہوجائے اپنے کردار اور برے افعال کی عام پسند توجیح وتاویل کرنے لگتے ہیں۔

﴿فکیف اذا اصابتھم مصیبة بما قدمت ایدیھم ثم جاؤک یحلفون باللہ ان اردنا الا احسانا و توفیقا اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم فأعرض عنھم و عظھم و قل لھم فی انفسھم قولا بلیغا﴾(۱)

پس اس وقت کیا ہوگا جب ان پر ان کے اعمال کی بناپر مصیبت نازل ہوگی وہ آپ کے پاس آکر خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصد صرف نیکی کرنا اور

---

(۱) سورہ نساء/۶۲، ۶۳۔

اتحاد پیدا کرنا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل کا حال خدا خوب جانتا ہے لہذا آپ ان سے کنارہ کش رہیں انھیں نصیحت کریں اور ان کے دل پر اثر کرنے والی موقع ومحل سے مربوط بات کریں۔

جہاد ومعرکہ کا میدان ان مقامات میں سے ہے جہاں منافقین حاضر ہوتے ہوئے بے حد ودرجہ خائف وہراساں رہتے ہیں لہذا جہاد میں شریک نہ ہونے کی خاطر (جہاد میں عدم شرکت عظیم گناہ ہے) عذر تراشی کرتے ہوئے تاویل وتوجیہ کیا کرتے تھے ذیل کی آیت میں ایک منافق کی جنگ تبوک میں عدم شرکت کی عذر تراشی اور تاویل کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿و منهم من يقول ائذن لی و لا تفتنی الا فی الفتنة سقطوا و ان جهنم لمحيطة بالكافرين﴾ (۱)

ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالیے تو آگاہ ہو جاؤ کہ یہ واقعا فتنہ میں گر چکے ہیں اور جہنم تو کافرین کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس آیت کی شان نزول کے لئے بیان کیا گیا ہے کسی قبیلہ کا ایک بزرگ جو منافقین کے ارکان میں تھا رسول اسلامؐ سے اجازت چاہی کہ جنگ تبوک میں شرکت نہ کرے اور عدم شرکت کی وجہ اور دلیل یہ بیان کی کہ اگر اس کی نظریں رومی عورتوں پر پڑے گی تو ان پر فریفتہ اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا، پیامبر اسلامؐ نے اجازت فرمادی کہ وہ مدینہ ہی میں رہے، اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس نے اس کے باطن کو افشا کر کے رکھ دیا اور

(۱) سورہ توبہ/۴۹۔

خداوند عالم نے اسے جنگ میں عدم شرکت کی بنا پر عصیان گر اور فتنہ میں غریق فرد سے تعبیر کیا ہے(۱)، منافقین کے دوسرے وہ افراد جو جنگ احزاب میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کا عذر یہ تھا کہ وہ اپنے گھر اور مال و دولت کے تحفظ سے مطمئن نہیں ہیں، ذیل کی آیت ان کی پلید فکر کو فاش کرتے ہوئے ان کی عدم شرکت کے اصل مقصد کو جنگ سے فرار بیان کیا ہے۔

﴿ویستاذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وما هی بعورة ان یریدون الا فرارا﴾(۲)

اور ان میں سے ایک گروہ نبیؐ سے اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ گھر خالی نہیں تھے بلکہ یہ لوگ صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

بہر حال گناہ کی تاویل و توجیہ خود عظیم گناہ ہے جس کے منافق مرتکب ہوتے رہتے تھے بسا اوقات ممکن ہے منافقین سید ھے، سادے و زود باور مومنین کو فریب دیدیں، لیکن وہ اس سے غافل ہیں کہ خدا ہر اس شی سے جو وہ اپنے قلب کے اندر مخفی کئے ہوئے ہیں آگاہ ہے ان کو اس دنیا میں ذلیل و رسوا کرے گا اور آخرت میں بھی دوزخ کے عذاب سے ان کا استقبال کیا جائے گا، یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ منافقین کی تاویل و توجیہ کا سلسلہ صرف فردی مسائل سے مختص نہیں بلکہ اجتماعی و معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی مسائل میں بھی تاویل و توجیہ کرتے رہتے ہیں کہ اس موضوع پر بھی بحث ہوگی۔

....

(۱) مجمع البیان، ج۳، ص۳۶۔

(۲) سورہ احزاب ۱۳۔

فصل چہارم

منافقین کی ثقافتی (کلچرل) خصائص

۱۔ خودی ورا پنائیت کا اظہار

۲۔ دینی یقینیات کی تضعیف

منافقین کی ثقافتی خصائص

خودی اور اپنائیت کا اظہار

منافقین کو اپنی تخریبی اقدامات جاری رکھنے کے لئے تا کہ صاحب ایمان حضرات کی اعتقادی اور ثقافتی اعتبار سے تخریب کاری کرسکیں، انہیں ہر چیز سے اشد ضرورت مسلمانوں کے اعتماد و اعتبار کی ہے تا کہ مسلمان منافقین کو اپنوں میں سے تصور کریں اور ان کی اپنائیت میں شک سے کام نہ لیں، اس لئے کہ منافقین کے انحرافی القائات معاشرے میں اثر گذار ہوں اور ان کے منحوس مقاصد کی تکمیل ہوسکے۔

ان کی تمام سعی و کوشش یہ ہے کہ خود کو معاشرے میں اپنائیت کی جلوہ نمائی کرائیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں اگر ان کے باطن کا افشا، اور ان کے اسرار آشکار ہوگئے تو کوئی شخص بھی منافقین کی باتوں کو قبول نہیں کریگا اور ان کی سازشیں جلد ہی ناکام ہو جائیں گی، ان کے راز افشا ہونے کی بنا پر اسلام کے خلاف ہر قسم کی

تبلیغی فعالیت، نیز سیاسی سرگرمی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، لہذا منافقین کا بنیادی اور ثقافتی ہدف اپنے خیر خواہ ہونے کی جلوہ نمائی اور عمومی مسلمانوں کے اعتماد کو کسب کرنا ہے اور یہ بہت عظیم خطرہ ہے کہ افراد و اشخاص، بیگانے اور اجنبی شخص کو اپنوں میں شمار کرنے لگیں، اور معاشرہ میں خواص کی نگاہ سے دیکھا جانے لگے، ثقافتی حادثہ اس وقت وجود میں آتا ہے کہ جب مسلمین منافقین کی ثقافتی روش طرز سے آشنائی نہ رکھتے ہوں اور ان کو اپنا دوست بھی تصور کریں، امیر المومنین حضرت علیؑ مختلف افراد کے ظواہر پر اعتماد کرنے کے خطرات اور اشخاص کی اہمیت پر توجہ کرنے کی ضرورت کے متعلق فرماتے ہیں۔

((انما اتاک بالحدیث اربعة رجال لیس لهم خامس رجل منافق مظهر للایمان متصنع با لاسلام لایتأثم ولایتحرج یکذب علی رسول الله متعمد ا فلو علم الناس انه منافق کاذب لم یقبلوا منه و لم یصدقوا قوله ولکنهم قالوا صاحب رسول اللهؐ رآه و سمع منه و لقف عنه فیاخذون بقوله)) (۱)

یاد رکھو کہ حدیث کے بیان کرنے والے چار طرح کے افراد ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ایک وہ منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اسلام کی وضع

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۰۔

وقطع اختیار کرتا ہے لیکن گناہ کرنے اور افترا میں پڑنے سے پرہیز نہیں کرتا ہے اور رسول اسلامؐ کے خلاف قصداً جھوٹی روایتیں تیار کرتا ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقیناً اس کے بیان کی تصدیق نہیں کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہیں انہوں نے حضورکو دیکھا ہے ان کے ارشاد کو سنا ہے اور ان سے حاصل کیا ہے اور اسی طرح اس کے بیان کو قبول کر لیتے ہے۔

اظہار اپنائیت کے لئے منافقین کی راہ وروش

منافقین اظہار اپنائیت کے لئے مختلف روش وطریقے سے استفادہ کرتے ہیں، چونکہ یہ مبدا و معاد پر ایمان ہی نہیں رکھتے ہیں، لہذا راہ وروش کی مشروعیت یا عدم جواز ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا، اور ان کے نزدیک قابل بحث بھی نہیں ہے ان کی منطق میں ہدف کی تحصیل وتکمیل کے لئے، ہر وسائل سے استفادہ کیا جاسکتا ہے خواہ وسائل ضد انسانی ہی کیوں نہ ہوں یہاں منافقین کی اظہار اپنائیت کے سلسلہ میں فقط پانچ طریقوں کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے۔

ا۔ کذب وریاکاری کے ذریعہ اظہار کرنا:

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے نفاق کا اصلی جوہر کذب اور اظہار کاذبانہ ہے منافقین اظہار اپنائیت کے لئے وسیع پیمانہ پر حربۂ کذب سے استفادہ کرتے ہیں کبھی اجتماعی اور گروہی شکل میں پیامبر اکرمؐ کے پاس آتے ہیں اور آپ کی رسالت کا

اقرار کرتے ہیں، خداوند عالم باصراحت ان کو اس اقرار میں کاذب تعارف کراتا ہے اور پیامبر عظیم الشان سے فرماتا ہے، اگرچہ تم واقعاً فرستادہ الٰہی ہو لیکن وہ اس اقرار میں کاذب ہیں اور دل سے تمہاری رسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

﴿اذا جاء ک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول اللّٰه واللّٰه يعلم انک لرسوله واللّٰه يشهد ان المنافقون لكاذبون﴾(۱)

پیامبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

جس وقت مومنین، منافقین کو ایجاد فساد و تباہی سے منع کرتے ہیں، خود کو تاکید کے ساتھ مصلح و آبادگر کہتے ہیں خداند عالم ان کی گفتار کی تکذیب کرتے ہوئے ان کے مفسد ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

﴿واذا قيل لهم لا تفسدوا فى الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون﴾(۲)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف

....

(۱) سورہ منافقون/۱۔

(۲) سورہ بقرہ/۱۲،۱۱۔

اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ سب مفسد ہیں اور اپنے فساد کو سمجھتے بھی نہیں ہیں۔

منافقین اپنی کذب بیانی سے، پہلے کہی گئی بات کو آسانی سے انکار بھی کر دیتے ہیں، تاریخی شواہد کے مطابق کسی مورد میں جب یہ کوئی بات کرتے تھے اور اس کی خبر رسولؐ اسلام کو ہو جاتی تھی تو یہ سرے ہی سے اس کا انکار اور شدت سے اس خبر کی تکذیب کر دیتے تھے۔

نقل کیا گیا ہے کہ ''جلاس'' نام کا منافق جنگ تبوک کے زمانہ میں پیامبر اکرمؐ کے بعض خطبے کو سننے کے بعد اس کا انکار کرتے ہوئے پیامبر آسلام کی تکذیب بھی کی، حضور کے مدینہ واپسی کے بعد عامر ابن قیس نے پیامبر اسلامؐ کی خدمت میں جلاس کی حرکات کو بیان کیا، جب جلاس حضور کے خدمت میں پہونچا تو عامر بن قیس کی گزارش کو انکار کر بیٹھا، آپ نے دونوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں منبر کے نزدیک قسم کھائیں کہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں دونوں نے قسم کھائی، عامر نے قسم میں اضافہ کیا خدایا! اپنے پیامبرؐ پر آیت نازل کر کے جو صادق ہے اس کا تعارف کرا دے، حضور اور مومنین نے آمین کہی، جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کو پیامبر اسلام کی خدمت میں پیش کیا۔

﴿یحلفون باللّٰہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم﴾(۱)

....

(۱) سورہ توبہ ۷۴/

یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

یہ اور مذکورہ آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ کذب اور تکذیب، منافقین کا ایک طرۂ امتیاز ہے تا کہ مومنین کی صفوف میں نفوذ کر کے اپنائیت کا اظہار کر سکیں۔

منافقین پیامبر عظیم الشانؐ کے دور میں تصور کرتے تھے کہ کذب و تکذیب کے ذریعہ آپ کو فریب دے سکتے ہیں تا کہ اپنے باطن کو مخفی کر سکیں خداوند عالم منافقین کی اس روش کو افشا کرتے ہوئے تاکید کر رہا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ پیامبر گرامیؐ تمہارے احوال واوضاع سے بے خبر ہیں یا خوش خیالی کی بنا پر تمہاری باتوں پر اطمینان کر لیتے ہیں۔

نقل کیا جاتا ہے جماعت نفاق کے افراد آپس میں بیٹھے ہوئے پیامبر اسلام کو ناسزا الفاظ سے یاد کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے کہا: ایسا نہ کرو، ڈرتا ہوں کہ یہ بات (حضرت) محمدؐ کے کانوں تک پہنچ جائے اور وہ ہم کو برا بھلا کہیں اور افراد کو ہمارے خلاف ورغلائیں، ان میں سے ایک نے کہا: کوئی اہم بات نہیں، جو ہمارا دل چاہے گا کہیں گے، اگر یہ بات ان کے کانوں تک پہنچ بھی جائے، تو ان کے پاس جا کر انکار کر دیں گے چونکہ (حضرت) محمدؐ خوش خیال و منھ دیکھے ہیں، کوئی جو کچھ بھی کہتا ہے قبول کر لیتے ہیں اس موقع پر سورہ توبہ کی ذیل آیت نازل ہوئی اور ان کے اس غلط تصور و فکر کا سختی سے جواب دیا۔

﴿منهم الذين يوذون النبى ويقولون هو اذن﴾(۱)
ان (منافقین) میں سے جو پیامبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو صرف کان (سادہ لوح وخوش باور) ہیں۔

۲۔باطل قسمیں یاد کرنا:

دوسری وہ روش جس کو استعمال کرتے ہوئے منافقین مومنین کے حلقہ میں نفوذ کرتے ہیں، باطل قسمیں کھانا ہے، وہ ہمیشہ شدید قسموں کے ذریعہ سعی کرتے ہیں تا کہ اپنے باطن کو افشا ہونے سے بچا سکیں اور اسی کے سایہ میں تخریبی حرکتیں انجام دیتے ہیں۔

﴿اتخذوا ايمانهم جنّة فصدوا عن سبيل اللّٰه﴾(۲)
انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنالیا ہے اور لوگوں کو راہ خدا سے روک رہے ہیں۔

منافقین باطل اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ خود کو مومنین کا خیر خواہ ثابت کریں، اور صاحب ایمان کے حلقہ میں اپنا ایک مقام بنالیں۔

﴿ويحلفون باللّٰه انهم لمنكم وما هم منكم و لكنهم قوم يفرقون﴾(۳)

....

(۱) سورہ ۹ توبہ/۶۱۔

(۲) سورہ منافقون/۲۔

(۳) سورہ توبہ/۵۶۔

اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں اس بات پر کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ بزدل لوگ ہیں۔

منافقین چونکہ واقعی ایمان کے حامل نہیں، رضائے الٰہی کا حصول ان کے لئے اہمیت نہیں رکھتا ہے اور معاشرے میں اپنی ساکھ اور اعتبار بھی بنائے رکھنا چاہتے ہیں اور معاشرہ کے افراد کی توجہ کی حصول کے لئے زیادہ اہتمام بھی کرتے ہیں لہذا مختلف میدان میں جھوٹی قسمیں کھا کر مومنین حضرات کی رضایت وخشنودی کو حاصل کرتے ہیں۔

خدا قرآن میں تصریح کر رہا ہے کہ منافقین کا بنیادی مقصد مومنین کی رضایت کو حاصل کرنا ہے حالانکہ رضایت الٰہی کا حصول اہمیت کا حامل ہے جب تک خدا راضی نہ ہو بندگان خدا کی رضایت منافقین کے لئے سودمند ہو ہی نہیں سکتی ہے شاید مومنین کی رضایت سے سوء استفادہ کرتے ہوئے مزید کچھ دن تخریبی کاروائی انجام دے سکیں۔

﴿یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین﴾(۱)

یہ لوگ تم لوگوں کو راضی کرنے کے لئے خدا کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ خدا ورسول اس بات کے زیادہ حق دار تھے اگر یہ صاحبان ایمان تھے تو واقعاً انہیں اپنے اعمال وکردار سے راضی کرتے۔

....

(۱) سورہ توبہ/۶۲۔

﴿یحلفون لکم لترضوا عنهم فان ترضوا عنهم فان اللّٰه لا یرضی عن القوم الفاسقین﴾(۱)

یہ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم راضی بھی ہو جاؤ تو بھی خدا فاسق قوم سے راضی ہونے والا نہیں۔

۳۔غلط اقدامات کی توجیہ کرنا:

منافقین صاحبان ایمان کی تحصیل رضایت اور حسن نیت کی اثبات کے لئے اپنے غلط اقدامات وحرکات کی توجیہ کرتے ہیں تا کہ اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے فائدہ حاصل کرسکیں منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں یہ نکتہ مورد بحث قرار دیا گیا ہے اور تصریح کیا گیا ہے کہ منافقین تاویل وتوجیہ کے ہتھکنڈے کو تمام ہی موارد میں استعمال کرتے ہیں۔

منافقین عمومی افکار اور اعتماد کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے لہذا اظہار اپنائیت کرتے ہوئے اپنے غلط اقدامات وحرکات کی توجیہ کرتے ہیں اور اپنے باطل مقاصد کو حق کے لباس اور قالب میں پیش کرتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اہل نفاق کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((یقولون فیشبھون ویصفون فیموھون))(۲)

---

(۱) سورہ توبہ/۹۶۔

(۲) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۴۔

جب بات کرتے ہیں تو مشتبہ انداز میں اور جب تعریف کرتے ہیں تو باطل کو حق کا رنگ دے کر، کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے منافقین کے مختلف عذر اور غلط اقدامات کا ذکر کیا ہے اور ان کی تکذیب بھی کی ہے، بطور مثال منافقین جنگ تبوک میں اپنے عدم حضور کی توجیہ، ناتوانی وعدم قدرت کی شکل میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ خداوند عالم ان سے قبل ان کی اس توجیہ کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿لو کان عرضاً قریبا وسفرا قاصدا لا تبعوک ولکن بعدت علیھم الشقہ وسیحلفون باللّٰہ لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم واللّٰہ یعلم انھم لکاذبون﴾(۱)

پیامبر! اگر کوئی فوری فائدہ یا آسان سفر ہوتا تو تمہارا اتباع کرتے لیکن ان کے لئے دور کا سفر مشکل بن گیا ہے اور عنقریب یہ خدا کی قسمیں کھائیں گے اس بات پر کہ اگر ممکن ہوتا تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چل پڑتے، یہ اپنے نفس کو ہلاک کر رہے ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

منافقین کے غلط اقدام کے توجیہ کا ایک اور موقع یہ ہے کہ، تقریبا منافقین میں سے ایک سو اسّی افراد نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی، جب رسول اکرمؐ اور مسلمان وہاں سے واپس آئے تو منافقین مختلف توجیہ کرنے لگے۔

---

(۱) سورہ توبہ/۴۲۔

ذیل کی آیت منافقین کی اس غلط حرکات کی سرزنش کے لئے نازل ہوئی ہے خداوند عالم بطور واضح بیان کر رہا ہے کہ ان کے جھوٹے عذر خدا کیلئے پوشیدہ نہیں ہیں ان کے حالات سے مومنین کو باخبر کر کے منافقین کے اسرار سے پردہ اٹھا رہا ہے۔

﴿یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم قد نبأنا اللہ من اخبارکم و سیری اللہ عملکم و رسولہ ثم تردون الی عالم الغیب و الشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون﴾(۱)

یہ تخلف کرنے والے منافقین تم لوگوں کی واپسی پر طرح طرح کے عذر بیان کریں گے تو آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ عذر نہ بیان کرو ہم تصدیق کرنے والے نہیں ہے اللہ نے ہمیں تمہارے حالات بتا دیے ہیں وہ یقیناً تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور رسول بھی دیکھ رہا ہے اس کے بعد تم حاضر و غائب کے عالم (خدا) کی بارگاہ میں واپس کیے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے حال سے باخبر کرے گا۔

۴۔ ظاہر سازی کرنا:

ظواہر دینی کی شدید رعایت، خوش نما و اشخاص پسند گفتگو، اصلاح طلب نظریات و افکار کا اظہار، منافقین کے حربہ ہیں تا کہ طرف مقابل کو اپنا ہمنوا بنا کر خودی ہونے کا القاء کر سکیں۔

....

(۱) سورہ توبہ/۹۴۔

امیر المومنین حضرت امام علیؑ کے ہم عصر بعض منافقین ظاہر میں عبّاد و زہّاد دہر تھے نماز شب، قرآن کی تلاوت، ان سے طولانی ترین سجدے ترک نہیں ہوتے تھے، ان کی ظاہر سازی سے اکثر مومنین فریب کے شکار ہو جاتے تھے، بہت کم ہی تھے جو ان کے دین و ایمان میں شک رکھتے ہوں۔

منافقین کی ظاہر سازی کچھ اس نوعیت کی تھی کہ بقول قرآن، خود پیامبر عظیم الشانؐ کے لئے بھی باعث حیرت و تعجب خیز تھی۔

﴿و اذا رأیتھم تعجبک اجسامھم ان یقولوا تسمع لقولھم﴾(۱)

اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم بہت اچھے لگیں گے اور بات کریں گے تو اس طرح کہ آپ سننے لگیں گے۔

منافقین کی ظواہر سازی، رفتار و کردار سے اختصاص نہیں رکھتی بلکہ ان کی گفتار بھی فریب و جاذبیت سے لبریز ہے۔

﴿و من الناس من یعجبک قوله فی الحیوة الدنیا و یشهد الله علی ما فی قلبه وهو الدّ الخصام﴾(۲)

انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں۔

---

(۱) سورہ منافقون/۴۔

(۲) سورہ بقرہ/۲۰۴۔

۵۔ جھوٹے عہد و پیمان کرنا:

خودی ظاہر کرنے کے لئے منافقین کا ایک اور وطیرہ وعدہ اور اس کی خلاف ورزی ہے بسا اوقات منافقین سے عادتاً ایسی خطائیں سرزد ہوتی تھیں کہ جسکی کوئی توجیہ وتاویل ممکن نہیں تھی یا مومنین کے لئے قابل قبول نہیں ہوتی تھی ایسے مقام پر وہ توبہ کو وسیلہ بناتے تھے اور عہد کرتے تھے اب ایسی خطائیں نہیں کریں گے اور صحیح راستہ پر مستحکم وثابت قدم رہیں گے لیکن چونکہ دین اور دین کے اعتبارات کے لئے منافقین کے قلب میں کوئی جگہ تھی ہی نہیں جو اپنے عہد و پیمان پر باقی رہتے، تخلف وعدہ ایسے ہی تھا جیسے ان کیلئے کذب وغیرہ...... جنگ احزاب میں منافقین کی وعدہ خلافی کی بنا پر ذیل کی آیت کا نزول ہوا:

﴿ولقد کانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الأدبار وكان عهد الله مسئولا ﴾(۱)

اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ ہرگز پشت نہیں دکھائیں گے، اور اللہ کے عہد کے بارے میں بہرحال سوال کیا جائے گا۔

خداوند عالم "ثعلبہ بن حاطب" کی عہد گزاری نیز پیمان شکنی کے واقعہ کو یاد دہانی کے طور پر پیش کر رہا ہے، ثعلبہ بن حاطب ایک فقیر مسلمان تھا اس نے پیامبرؐ اکرم سے دعا کرنے کی خواہش کی تا کہ وہ صاحب ثروت ہو جائے حضرت نے

....

(۱) سورہ احزاب/۱۵۔

فرمایا: وہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کر سکتے ہو اس زیادہ اموال سے بہتر ہے جس کی شکر گزاری نہیں کر سکتے ہو، ثعلبہ نے کہا: اگر خدا عطا کرے تو اس کے تمام واجب حقوق کو ادا کرتا رہوں گا۔

پیامبر اسلام کی دعا سے اموال میں اضافہ ہونے لگا، یہاں تک کے اس کیلئے مدینہ میں قیام، نماز جماعت نیز جمعہ میں شرکت کرنا مشکل ہو گیا اطراف مدینہ میں منتقل ہو گیا، جب زکوۃ لینے والے گئے تو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مسلمان اس لئے ہوئے ہیں تا کہ جزیہ وخراج نہ دینا پڑے، اگر چہ بعد میں ثعلبہ پشیمان تو ہوا لیکن رسول اکرمؐ نے اس کی تنبیہ اور دوسروں کی عبرت کے لئے زکوۃ لینے سے انکار کر دیا، ذیل کی آیت اسی واقعہ کو بیان کر رہی ہے۔

﴿ومنهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصالحين فلما آتيهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون فاعقبهم نفاقاً في قلوبهم الى يوم يلقونه﴾(۱)

ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے خدا سے عہد کیا اگر وہ اپنے فضل وکرم سے عطا کرے گا، تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے، اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے

....

(۱) سورہ توبہ/۷۵-۷۷۔

کام لیا، اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے تو ان کے بخل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ کر دیا، اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے اس لئے کہ انھوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولتے ہیں

پیمان گزاری و پیمان شکنی، وعدہ اور وعدہ کی خلاف ورزی، آئندہ صالح ہونے کا پیمان اور اس سے روگردانی وغیرہ......، یہ وہ طریقے ہیں جس سے منافقین استفادہ کرتے ہوئے مومنین کے حلقہ و دینی معاشرے میں خود کو مخفی؛ کیے رہتے ہیں اور عوام فریبی کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں۔

منافقین کی ثقافتی خصائص

دینی یقینیات ومسلّمات کی تضعیف

منافقین کی ثقافتی رفتاروکردار کی دوسری خصوصیت دینی ومذہبی یقینیات ومسلمات کی تضعیف ہے یقیناً جب تک انسان کا عقیدہ تحریف ،تزلزل ،ضعف سے دوچار نہوا ہو۔کوئی بھی طاقت اس کے عقیدہ کے خلاف زور آزمائی نہیں کرسکتی قدرت کا اقتدار ،حکومت کی حاکمیت اجسام وابدان پر تو ہوسکتی ہے دل میں نفوذ وقلوب پر مسلط نہیں ہوسکتی سرانجام انسان کی رسائی اس شی تک ہوہی جاتی ہے جسے دل اور قلب پسند کرتا ہے اسلام کا اہم ترین اثر مسلمانوں پر ، بلکہ تمام ہی ادیان کا اپنے پیروکاروں پر یہ رہا ہے کہ فرضی وخرافاتی رسم ورواج کو ختم کرتے ہوئے منطقی ومحکم اعتقاد کی بنیاد ڈالیں ، پہلے تو اسلام نے انسانوں کے اندرونی تحول وانقلاب

کے لئے کام کیا ہے پھر اسلامی حکومت کے استقرار کی کوشش کی ہے تا کہ ایسا سماج ومعاشرہ وجود میں آئے جو اسلام کے نظریہ کے مطابق اور مورد تایید ہو۔

پیامبر عظیمؐ الشان پہلے مکہ میں تیرہ سال تک انسان سازی اور ان کے اخلاق فکری، اعتقادی ستون کو محکم مضبوط کرنے میں مصروف رہے اس کے بعد مدینہ میں اسلام کی سیاسی نظریات کی تابع ایک حکومت تشکیل دی منافقین جانتے تھے کہ جب تک مسلمان پیامبرؐ اسلام کی انسان ساز تعلیمات پر گامزن اور خالص اسلامی عقیدہ پر استوار وثابت قدم رہیں گے، ان پر نہ تو حکومت کی جا سکتی ہے اور نہ ہی وہ تسلیم ہو سکتے ہیں، لہذا ان کی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مومنین عقائد، دینی ومذہبی تعلیمات کے حوالے سے ہمیشہ شک وشبہ میں مبتلا رہیں جیسا کہ آج بھی اغیار کے ثقافتی یلغار وحملہ کا اہم ترین ہدف یہی ہے۔

منافقین کے اہداف یہ ہیں کہ اہل اسلام سے روح اسلام اور ایمان کو سلب کرلیں، منافقین کی تمامتر سعی، دین کے راسخ عقائد اس کے اہداف ونتائج، مذہب کی حقانیت ومسلمات سے مسلمانوں کو دور کر دینا ہے تا کہ شاید اس کے ذریعہ اسلامی حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے سکیں اور مسلمانوں پر تسلط وقبضہ کر سکیں لہذا منافقین کا اپنے باطل مقاصد کے تکمیل کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا کریں، اور انواع و اقسام کے شبہات کے ذریعہ مسلمانوں کو دینی مسلمات کے سلسلہ میں وادی تردید میں ڈال

دینے کی کوشش کرتے ہیں، تاریخی شواہد اور وہ آیات جو منافقین کی اس روش کو اجاگر کرتی ہیں، بیان کرنے سے قبل، ایک مختصر وضاحت سوال اور ایجاد شبہ کے سلسلہ میں عرض کرنا لازم ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ سوال اور جستجو کی فکر ایک مستحسن اور مثبت پہلو ہے، تمام علوم و معارف انھیں سوالات کے رہین منت ہیں جو بشر کے لئے پیش آئے ہیں اور جس کے نتیجہ میں اس نے جوابات فراہم کئے ہیں، اگر انسان کے اندر جستجو وتلاش کا جذبہ نہ ہوتا جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے نیز ان سوالات کا حل تلاش کرنے کی فکر دامن گیر نہ ہوتی تو یقیناً موجودہ علوم ودانش کی یہ ترقی کسی صورت سے حاصل نہ ہوتی۔

ان سوالات کے حل کے لئے جو انسان کے لئے پیش آتے ہیں دین اسلام میں فراوان تاکید کی گئی ہے، یہ کہا جا سکتا ہے جس قدر علم وتحصیل کی تشویق وترغیب کی گئی ہے اسی طرح سوالات اور اس کے حل پر بھی زور دیا گیا ہے، قرآن مجید صریح حکم دے رہا ہے اگر کسی چیز کو نہیں جانتے ہو تو اس علم کے علماء اور دانشمندوں سے سوال کرو۔

﴿فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ (۱)

اگر نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (علماء) سے سوال کرو۔

دوسرا وہ مطلب جو اسلام میں جواب وسوال کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے وہ جوابات ہیں جو خداوند عالم نے قرآن میں بیان کئے ہیں یہ سوالات پیامبر اسلامؐ

....

(۱) سورہ نحل ۴۳/ و سورہ انبیاء/ ۷۔

سے کئے جاتے تھے خدا نے قرآن میں ''یسئلونک" سے بات آغاز کرتے ہوئے ان کے جوابات دئے ہیں (۱)

پیامبر اکرمؐ سے جب روح، ہلال، انفال شراب وقمار کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ سوال اور فکر سوال کی تشویق وتمجید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((العلم خزائن ومفاتیحھا السوال فاسئلوا یرحمکم اللہ فانہ یوجر فیہ اربعۃ السائل والعالم و المستمع والمحب لھم))(۲)

علم خزانہ ہے اور اسکی کنجیاں سوال کرنا ہے، سوال کرو (جس چیز کو نہیں جانتے ہو) خداوند متعال تم کو اپنی خاص رحمت سے نوازے گا ہر سوال میں چار فرد کو فائدہ ونفع حاصل ہوتا ہے سوال کرنے والے، جواب دینے والے، سننے والے اور اس فرد کو جوان کو دوست رکھتا ہے۔

ائمہ حضرات کے بہت سارے دلائل، بحث ومباحثات نیز مختلف افراد کے سوالات کا جواب دینا، حتی دشمنوں اور کافرین کے مسائل کا حل پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سوال ایک امر پسندیدہ ومطلوب شی ہے، ائمہ حضرات کی سیرت میں اس امر کا اہتمام کافی حد تک مشہود ہے (۳)

---

(۱) رجوع کریں بقرہ ۱۸۹ / ۲۱۵ / ۲۱۷ / ۲۹۱۔

(۲) میزان الحکمہ ج ۴، ص ۳۳۰۔

(۳) بعض مطالب کو کتاب الاحتجاج، مرحوم طبرسی، ج ۱، ۲ میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ظاہر ہیکہ وہ سوالات جو درک وفہم اور استفادہ کیلئے کیا جائے، وہ مفید ہے اور فہم وکمال کو بلندی عطا کرتا ہے، لیکن وہ سوالات جو دوسروں کی اذیت، آزمائش یا ایسے علم کے حصول کے لئے ہو جو انسان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، صرف یہی نہیں کہ ایسے سوالات بے قدر و قیمت ہیں بلکہ ممنوع قرار دئے گئے ہیں۔

امیر المومنین حضرت امام علیؑ نے ایک پیچیدہ اور بی فائدہ سوال کے جواب میں فرمایا:

((سل تفقها ولا تسأل تعنتا))(۱)

سمجھنے کے لئے دریافت کرو الجھنے کے لئے نہیں.

قرآن مجید میں بھی پیامبر اکرمؐ سے کیے گئے بعض سوالوں کے جواب کے لحن وطرز سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے سوالات نہیں کرنا چاہئے جن کے جوابات ثمر بخش نہیں ہیں۔

بعض مسلمانوں نے ہلال (ماہ) کے سلسلہ میں سوالات کئے کہ ماہ کیا ہے، وہ کیوں تدریجاً کامل ہوتا ہے، پھر کیوں پہلی حالت پر پلٹ آتا ہے(۲)

اللہ اس سوال کے جواب میں پیامبر عظیم الشان کو حکم دیتا ہے کہ ہلال کے تغیرات کے آثار وفوائد کو بیان کریں، ہلال کے متعلق اس جواب کا مفہوم یہ ہے کہ

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۳۲۰۔

(۲) سورہ بقرہ/۱۸۹۔

وہ چیز جو سوال کرنے و جاننے کے قابل ہے وہ ہلال کی تغییرات کی بنا پر اس کے آثار و فوائد ہیں نہ یہ کہ، کیوں ماہ تغییر کرتا ہے اور اس کی علت کیا ہے (علت شناسی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں)۔

سوال اور شبہ کا اساسی و بنیادی فرق یہ ہے کہ شبہ القا کرنے والے کا ہدف، جواب کا حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ شبہ کا موجد اپنے باطل مطلب کو حق کے لباس میں ان افراد کے سامنے پیش کرتا ہے، جو حق و باطل میں تشخیص دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علیؑ شبہ کی اسم گزاری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((وانما سمیت الشبھة شبھة لانھا تشبه الحق))(۱)

شبہ کو اس لئے شبہ نام دیا گیا کہ حق سے شباہت رکھتا ہے۔

اگر شبہ ایجاد کرنے والے کو علم ہو جائے کہ کسی مقام پر ہمارا مغالطہ کشف ہو جائے گا اور اس کا باطل ہونا آشکار ہو جائیگا تو ایسی صورت میں وہ اس مقام یا فرد کے پاس اصلاً شبہ کو طرح و پیش ہی نہیں کرتا بلکہ وہاں پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں سعی و کوشش یہ ہوتی ہے کہ شبہ کے احتمالی جواب کو بھی مخدوش کر کے پیش کرے۔

ایسے افراد کے اہداف بعض اشخاص کو اپنے میں جذب اور ان کے مبانی و اصول میں تزلزل پیدا کرنا ہوتا ہے، تا کہ حق کو دور و جدا کر سکیں، شبہ کرنے والے حضرات اپنے باطل کو حق میں اس طرح آمیزش کر دیتے ہیں کہ وہ افراد جو تفریق و

....

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۳۸۔

تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں وہ فریب کا شکار ہو جائیں۔

شبہات ہمیشہ حق کے لباس میں پیش کیے جاتے ہیں اور آسانی سے سادہ لوح افراد مجذوب ہو جاتے ہیں، شبہ خالص باطل نہیں ہے اس لئے کہ باطل محض اور خالص آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیؑ فتنہ کا سرچشمہ حق و باطل کی آمیزش کو بیان کرتے ہیں، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر حق و باطل ایک دوسرے سے جدا کر دیئے جائیں تو راستہ کی تشخیص بہت ہی آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔

((انما بدء وقوع الفتن اهواء تتبع و احكام تبتدع يخالف فيها كتاب الله و يتولى عليها رجال رجالا على غير دين الله فلو ان الباطل خلص من مزاج الحق لم يخف على المرتادين ولو ان الحق خلص من لبس الباطل انقطعت عنه السن المعاندين ولكن يوخذ من هذا ضغث و من هذا ضغث فيمزجان))(۱)

فتنہ کی ابتدا ان خواہشات سے ہوتی ہے جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گڑھ لئے جاتے ہیں اور سراسر کتاب خدا کے خلاف ہوتے ہیں اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور دین خدا سے الگ ہو جاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۵۰۔

تو حق کے طلبگاروں پر مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو دشمنوں کی زبانیں کھل نہیں سکتی تھیں، لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اس میں سے، اور پھر دونوں کو ملا دیا جاتا ہے۔

تحقیقی اور تخصصی مسائل کو علمی ظاہر کرتے ہوئے، غیر علمی حلقے و ماحول میں پیش کرنا ایجاد کرنے کا روشن ترین مصداق ہے۔

شبہ کا القا

دینی و اعتقادی مسلّمات کو ضعیف و کمزور کرنے کے لئے منافقین کی اہم ترین روش، القاء شبہ ہے جس کے ذریعہ دین و ایمان کی روح و فکر خدشہ دار کر دیتے ہیں۔

منافقین سخت اور حساس مواقع پر خصوصاً جنگ و معرکہ کے ایام میں شبہ اندازی کر کے مومنین کی مشکلات میں اضافہ اور مجاہدین کی فکر و حوصلہ کو تباہ اور برباد کر دیتے ہیں تا کہ میدان جنگ و نبرد کے حساس مواقع شرکت کرنے سے روک سکیں۔

اس مقام پر منافقین کی طرف سے پیش کئے گئے دو شبہ قرآن مجید کے حوالہ سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

ا۔ دین کے لئے فریب کی نسبت دینا

منافقین جنگ بدر کے موقع پر خداوند عالم کی نصرت و مدد اور مسلمین کی کامیابی و فتح یابی کے وعدے کی تکذیب کرتے ہوئے، ان وعدے کو فریب و خوش خیالی قرار دے رہے تھے، قصد یہ تھا کہ ایجاد اضطراب کے ذریعہ وعدہ الٰہی کے سلسلہ

میں مسلمانوں کے اعتقاد وایمان میں ضعف وتزلزل پیدا کردیں، تاکہ وہ میدان جنگ میں حاضر نہ ہوسکیں۔

خداوند عالم اس مسئلہ کی یاد دہانی کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تصریح کرتا ہے کہ خدا کا وعدہ یقینی ہے اگر خدا پر توکل واعتماد رکھوگے تو کامیاب وکامران ہوجاؤ گے۔

﴿واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض غرّ ھولاء دینھم ومن یتوکل علی اللّٰہ فان اللّٰہ عزیز حکیم﴾(۱)

جب منافقین اور جن کے دل میں کھوٹ تھا کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں (مسلمان) کو ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے حالانکہ جو شخص اللہ پر اعتماد کرتا ہے تو خدا ہر شی پر غالب آنے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

منافقین نے اسی سازش کو جنگ احزاب (خندق) میں بھی استعمال کیا۔

﴿واذ یقول المنافقون و الذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ الا غرورا﴾(۲)

اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا ورسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے۔

....

(۱) سورہ انفال/۴۹۔

(۲) سورہ احزاب/۱۲۔

آیت فوق کی شان نزول یہ ہے کہ مسلمان خندق کھودتے وقت ایک بڑے پتھر سے ٹکرائے، سعی فروان کے بعد بھی پتھر کو نہ توڑ سکے، رسول اسلامؐ سے مدد کے لئے درخواست کی، آپ نے الٰہی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین وار اور ضرب سے پتھر کو توڑ ڈالا، اور آپ نے فرمایا: یہاں سے حیرہ، مدائن، کسریٰ و روم کے قصر و محل میرے لئے واضح و آشکار ہیں، فرشتۂ وحی نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان پر کامیاب اور فتحیاب ہوگی نیز ان کے تمام قصر و محل زیر تصرف ہوں گے پھر آپ نے فرمایا: خوش خبری اور مبارک ہو تم مسلمانوں پر اور اس خدا کا شکر ہے کہ اس محاصرہ و مشکلات کے بعد فتح و ظفر ہے۔

اس موقع پر ایک منافق نے بعض مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم محمدؐ کی بات پر تعجب نہیں کرتے ہو، کس طریقہ سے تم کو بے بنیاد وعدوں کے ذریعہ خوش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سے روم و حیرہ و مدائن کے قصر کو دیکھ رہا ہوں اور جلد ہی فتح نصیب ہوگی، یہ اس حال میں تم کو وعدہ دے رہے ہیں کہ تم دشمن سے مقابلہ کرنے میں خوف و ہراس کے شکار ہو(۱)

۲۔ حق پر نہ ہونے کا شبہ ایجاد کرنا

دوسرا وہ القاء شبہ جسے ہمیشہ منافقین خصوصاً میدان جنگ اور معرکہ میں ایجاد کرتے تھے حق پر نہ ہونے کا شبہ تھا، جب جنگوں میں مسلمان خسارہ اور نقصان

(۱) سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۱۹، منشور جاوید، ج ۴، ص ۴۷، ۷۵۔

میں ہوتے تھے یا بعض مجاہدین درجہ شہادت پر فائز ہوتے تھے، یا اہل اسلام شکست سے دوچار ہوتے تھے تو منافقین اس کا بہانہ لے کر طرح طرح کے شبہ ایجاد کرتے تھے کہ اگر حق پر ہوتے تو شکست نہیں ہوتی، یا قتل نہیں کئے جاتے، اور اس طرح سے مسلمانوں کو شک اور تزلزل میں ڈال دیتے تھے۔

قرآن مجید سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین نے جنگ احد اور اس کے بعد سے اس انحرافی فکر کو القا کرنے میں اپنی سعی تیز تر کردی تھی۔

﴿ ویقولون لو کان لنا من الأمر شیء ما قتلنا ھھنا﴾(۱)

اور کہتے ہیں کے اگر اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہم یہاں نہ مارے جاتے۔

منافقین میدان جنگ میں شکست کو نبوت پیامبرؐ اور ان کے آئین کی نادرست و ناسالم ہونے کی علامت سمجھتے تھے اور یہ شبہ ایجاد کرتے تھے اگر یہ (شہدا) میدان جنگ میں نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے۔

﴿الذین قالوا لأخوانھم و قعدوا لو اطاعونا ما قتلوا ﴾(۲)

یہی (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اپنے مقتول بھائیوں کے بارے میں یہ کہنا شروع کردیا کہ وہ ہماری اطاعت کرتے تو ہرگز قتل نہ ہوتے۔

خداوند عالم ان کے اس شبہ (جنگ میں شرکت قتل کئے جانے کا سبب

....

(۱) سورہ آل عمران/۱۵۴۔

(۲) سورہ آل عمران/۱۶۸۔

ہے) کا جواب بیان کر رہا ہے، موت ایک الٰہی تقدیر و سرنوشت ہے موت سے فرار میسر نہیں، اور معرکہ احد میں قتل کیا جانا نبوت و پیامبرؐ کے ناسالم ہونے اور ان کے نادرست اقدام کی علامت نہیں، جن افراد نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی ہے موت سے گریز و فرار نہیں کر سکتے ہیں یا اس کو موخر کرنے کی قدرت و توانائی نہیں رکھتے ہیں۔

﴿قل لو کانوا فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیهم القتل الی مضاجعهم﴾ (۱)

تو آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم گھروں میں بھی رہ جاتے تو جن کے لئے شہادت لکھ دی گئی ہے وہ اپنے مقتل تک بہر حال جاتے۔

قرآن موت و حیات کو خدا کے اختیار میں بتاتا ہے معرکہ و جنگ کے میدان میں جانا موت کے آنے یا تاخیر سے آنے میں مؤثر نہیں ہے۔

﴿والله یحیی و یمیت و الله بما تعملون بصیر﴾ (۲)

موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے

اس مطلب کی تاکید کہ موت و حیات انسان کے اختیار میں نہیں ہے منافقین کے لئے اعلان کیا جا رہا ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ موت و حیات تمہارے اختیار میں ہے تو جب فرشتۂ مرگ نازل ہو تو اس کو اپنے سے دور کر دینا اور

....

(۱) سورہ آل عمران/۱۵۴۔

(۲) سورہ آل عمران/۱۵۶۔

اس سے نجات حاصل کر لینا۔

﴿قل فادرئوا عن انفسكم الموت ان كنتم صادقين﴾(۱)
پیامبرآن سے کہہ دیجئے کہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو اب اپنی ہی موت کو ٹال دو۔

مسلمانوں کو اپنے مذہب وعقیدہ میں شک سے دوچار کرنے کے لئے منافقین ہمیشہ یہ نعرہ بلند کیا کرتے تھے، اگر ہم حق پر تھے تو کیوں قتل ہوئے اور کیوں اس قدر ہمیں قربانی دینی پڑی، ہمیں جو جنگ احد میں ضربات وشکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دین اور آئین حق پر نہیں ہے۔

قرآن کے کچھ جوابات اس شبہ کے سلسلہ میں گزر چکے ہیں، اساسی و مرکزی مطلب اس شبہ کو باطل کرنے کے لئے مورد توجہ ہونا چاہئے وہ یہ کہ ظاہری شکست حق پر نہ ہونے کی علامت نہیں ہے جس طریقہ سے ظاہری کامیابی بھی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔

بہت سے انبیاء حضرات کہ جو یقیناً حق پر تھے، اپنے پروگرام کو جاری کرنے میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکے، بنی اسرائیل نے بین الطلوعین ایک روز میں ستر انبیاء کو شہید کر ڈالا اور اس کے بعد اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، کوئی حادثہ وجود میں آیا ہی نہیں، تو کیا ان پیامبران الٰہی کا شہید و مغلوب

....

(۱) سورہ آل عمران/۱۶۸۔

ہونا ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے؟ اور بنی اسرائیل کا غالب ہوجانا ان کی حقانیت کی علامت ہے؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہے، دین کے سلسلہ میں فریب کی نسبت دینا اور حق پر نہ ہونے کے لئے شبہ پیدا کرنا، منافقین کے القاء شبہات کے دو نمونہ تھے جسے منافقین پیش کرتے تھے لیکن ان کے شبہات کی ایجاد ان دو قسموں پر منحصر و محصور نہیں ہے۔

دین کو اجتماع و معاشرت کے میدان سے جدا کر کے صرف آخرت کے لئے متعارف کرانا، دین کے تقدس کے بہانے دین و سیاست کی جدائی کا نعرہ بلند کرنا، تمام ادیان و مذاہب کے لئے حقانیت کا نظریہ پیش کرنا، صاحب ولایت کا تمام انسانوں کے برابر ہونا، صاحب ولایت کی درایت میں تردید اور اسکے اوامر میں مصلحت سنجی کے نظریہ کو پیش کرنا، احکام الٰہی کے اجرا ہونے کی ضرورت میں تشکیک وجود میں لانا، خدا محوری کے بجائے انسان محوری کی ترویج کرنا، اس قبیل کے ہزاروں شبہات ہیں جن کو منافقین ترویج کرتے تھے اور کر رہے ہیں، تا کہ ان شبہات کے ذریعہ دین کے حقایق و مسلمات کو ضعیف اور اسلامی معاشرہ سے روح ایمان کو خالی کر دیں اور اپنے باطل و بیہودہ مقاصد کو حاصل کرلیں۔

البتہ یہ بات ظاہر وعیاں ہے کہ منافقین مسلمانوں کے اعتقادی و مذہبی یقینیات و مسلمات میں القاء شبہات کے لئے اس نوع کے مسائل کا انتخاب کرتے ہیں جو اسلامی حکومت و معاشرے کی تشکیل میں مرکزی نقش رکھتے ہیں اور ان کے

تسلط وقدرت کے لئے موانع ثابت ہوتے ہیں، اسی بنا پر منافقین کے القاء شبہات کے لئے زیادہ تر سعی وکوشش دین کے سیاسی واجتماعی مبانی نیز دین وسیاست کی جدائی اور دین کو فردی مسائل سے مخصوص کر دینے کے لئے ہوتی ہیں۔

فصل پنجم

منافقین کی اجتماعی و معاشرتی خصائص

منافقین کی معاشرتی واجتماعی خصائص

اہل ایمان واصلاح ہونے کی تشہیر

منافقین ہمیشہ سماج اور معاشرہ میں ظاہراً ایمان اور اصلاح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے قدعلم کرتے ہیں، دین اور اسلامی نظام سے ومعرکہ آرائی کی صریح گفتگو نہیں کرتے اسی طرح منافقین کبھی بھی فساد کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ شدت سے انکار کرتے ہوئے، بلکہ خود کو اصلاح کی دعوت دینے والا اور دینداری کا علمبردار پیش کرتے ہیں۔

اس سے قبل منافقین کی فردی رفتار کی خصوصیت کے ذیل میں بعض آیات جو منافقین کے کردار کی عکاسی کرتی ہیں، پیش کی گئی ہیں، جس میں عرض کیا گیا کہ منافقین اس طرح خوبصورت اور دلچسپ انداز میں گفتگو کرتے ہیں کہ پیامبر اکرمؐ کے لئے بھی تعجب خیز ہوتا ہے، پیامبر اسلامؐ بعض منافقین کو پہچانتے بھی تھے، لیکن

اس کے باوجود دیکھتے تھے کہ وہ وہ اچھائی اور بہتری کا نعرہ لگاتے ہیں، دل موہ لینے والی گفتگو کرتے ہیں، ان کی گفتگو میں خیر وصلاح کی نمائش بھی ہوتی ہے، منافقین کی یہ فردی خصوصیات ان کی اجتماعی رفتار میں بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔

﴿ویقولون آمنّا باللّٰہ و بالرسول و اطعنا ثم یتولّیٰ فریق منھم من بعد ذٰلک وما اولئک بالمومنین﴾(۱)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کے ہم اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی اطاعت کی اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منھ پھیر لیتا ہے اور یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں۔

مسجد ضرار کی سازش میں منافقین کا نعرہ مریض، بیمار افراد کی مساعدت اور ایک مقدس ہدف کا اظہار تھا قرآن صریحی اعلان کر رہا ہے کہ ان لوگوں نے مسجد، اسلام و مسلمانوں کو ضرر اور نقصان پہونچانے اور کفر کی تقویت دینے کے لئے بنائی تھی، مسجد کا ہدف صاحبان ایمان کے مابین تفرقہ و اختلاف کی ایجاد اور دشمنان اسلام کے لئے سازشی مرکز تیار کرنا تھا حالانکہ وہ قسم کھاتے تھے کہ ہمارا ارادہ خدمت خلق اور نیکی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

﴿ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ﴾(۲)

اور یہ قسم کھاتے ہیں کے ہم نے صرف نیکی کے لئے مسجد بنائی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن منافقین کو اس طرح بیان کر رہا ہے کہ منافقین

---

(۱) سورہ نور/۴۷۔

(۲) سورہ توبہ/۱۰۷۔

پیامبر اکرمؐ کے حضور میں ان کے دستور و آئین کی فرماں برداری اور مطیع محض ہونے کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب خصوصی جلسہ تشکیل دیتے ہیں تو پیامبر اسلامؐ کے خلاف سازش کا پروگرام بناتے ہیں (۱)

ظواہر کا آراستہ ہونا اور اچھے اچھے نعرے لگانا، منافقین کے دونوں گروہ، یعنی منافق خوف، اور منافق طمع، کی اجتماعی خصوصیات میں سے ہے، منافقین، اسلامی و ایمانی معاشرے میں پلید افعال انجام دینے کے لئے ایمان کے نعرے بلند کرتے ہیں اور دین داری و اصلاح طلبی کا اظہار کرتے ہیں۔

۲۔ معروف کی نہی و منکر کا حکم

منافقین کی دوسری اجتماعی خصوصیت معروف کی نہی اور منکر کا حکم دینا ہے کلمہ (معروف و منکر) وسیع مفہوم کے حامل ہیں، تمام فردی، اجتماعی، سیاسی، نظامی ثقافتی اور معاشرتی اقدار و ضد اقدار کو شامل ہوتے ہیں جماعت نفاق کا نشانہ اور ہدف انواع منکرات کی اشاعت اور اسلامی اقدار و شائستگی کو محو کرنا ہے، لہذا اپنے منافقانہ کردار و رفتار کے ذریعہ شوم مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

﴿المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يامرون بالمنكر وينهون عن المعروف﴾ (۲)

---

(۱) سورہ نساء/۸۱۔

(۲) سورہ توبہ/۶۷۔

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں

سب برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں جیسا کے اس کے شان نزول سے استفادہ ہوتا ہے منکر کا مصداق سیاسی اقتدار کی خلاف ورزی ہے، منافقین افراد کو پیامبرؐ اسلام کی ہمراہی نہ کرنے کی دعوت دیتے تھے جو اسلامی نظام کی علامت اور بانی تھے، صاحبان ایمان حضرات کو ولایت کے فرامین سے عدول اور نافرمانی کی ترغیب دلاتے تھے، ظاہر ہے کہ اس منکر سیاسی کا خطرہ، فردی منکرات سے کہیں زیادہ ہے۔

لیکن کبھی خطا سرزد ہو جاتی ہے اور معروف کی جگہ منکر اور منکر کی جگہ معروف انجام ہو جاتا ہے قصد تخریب نہیں ہوتا ہے، لہذا اس قسم کے موارد قابل گذشت ہیں لیکن اس کے مقابل بعض افراد معروف کی شناخت رکھتے ہوئے اس کے برخلاف دعوت عمل دینے کے پابند ہیں منکر سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اس کے انجام کے لئے ورغلاتے ہیں۔

ابو حنیفہ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ وہ بعض موارد میں حضرت امام صادقؑ کے خلاف فتویٰ دے، چنانچہ وہ سجدے کے مسئلہ میں حضرت امام صادقؑ کے فتوے کو نہیں جانتا تھا کہ اس حالت میں آپ کا فتویٰ آنکھ بند کرنے کا ہے یا کھلی رکھنے کا لہذا اس نے فتویٰ دیا کہ ایک آنکھ کھلی اور ایک بند رکھی جائے تا کہ ہر حال میں حضرت امام صادقؑ کے فتوے کی مخالفت ہو سکے۔

منافقین، اسلامی معاشرے میں معروف ومنکر کی عمیق شناخت رکھتے ہوئے منکر کا حکم اور معروف سے نہی کرتے تھے لیکن انتہائی زیرکی اور فریب کاری کے ساتھ کہ کہیں ان کے راز فاش نہ ہوجائیں اور ان کے حربے ناکام ہوجائیں۔

۳ بخل صفت ہونا

منافقین کی اجتماعی رفتار کی دوسری خصوصیت بخیل ہونا ہے وہ سماج ومعاشرے کی تعمیر اور اصلاح کے لئے مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

﴿یقبضون ایدیهم﴾ (۱)

اور (منافقین وہ لوگ ہیں جو) اپنے ہاتھوں کو (انفاق وبخشش سے) روکے رہتے ہیں۔

سورہ احزاب میں بھی منافقین کی توصیف کرتے ہوئے ان کی اس معاشرتی فکر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

﴿اشحة علیکم﴾ (۲)

وہ (منافقین) تمام چیزوں میں، تمھارے حق میں بخیل ہیں۔

منافقین نہ صرف یہ کہ خود بخیل، کوتاہ دست، نیز محرومین وفقرا کی مدد ومساعدت نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس صفت کا عادی بنانا چاہتے ہیں اور انفاق

....

(۱) سورہ توبہ /۶۷۔

(۲) سورہ احزاب ۱۹، اشحۃ شحیح کی جمع ہے اس کے معنی شدید بخل حرص کے ساتھ، کرنا ہے۔

کرنے سے روکتے ہیں۔

﴿هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ولله خزائن السماوات والارض ولكن المنافقين لا يفقهون﴾ (۱)

یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کے رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں حالانکہ آسمان وزمین کے سارے خزانے اللہ ہی کے ہیں اور یہ منافقین اس بات کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔

مذکورہ آیت کی شان نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کے بعد مسلمانوں کے دو فرد کا کنویں سے پانی لینے کے سلسلہ میں جھگڑا ہو گیا ان میں ایک انصار اور دوسرا مہاجرین کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے دونوں نے اپنے اپنے گروہوں کو مدد کے لئے آواز دی، عبداللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان میں سے تھا، گروہ انصار کی طرف داری کرتے ہوئے میدان میں اتر آیا دونوں گروہ میں لفظی جنگ شروع ہوگئی۔

عبداللہ ابن ابی نے کہا: ہم نے مہاجرین جماعت کو پناہ دی، اوران کی مدد کی لیکن ہماری مدد و مساعدت اس معروف مثل کے مانند ہوگئی جس میں کہا جاتا ہے "سمن کلبک یاکلک" اپنے کتے کو کھلا پلا کر فربہ کرو تا کہ وہ تم کو کھا جائے یہ ہم

(۱) سورہ منافقون / ۷۔

انصار کی مدد و نصرت کا نتیجہ ہے جو ہم نے مہاجرین ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ہم اس گروہ (مہاجر) کو اپنے شہر میں جگہ دی اپنے اموال کو ان کے درمیان تقسیم کیے، اگر اپنی باقی ماندہ غذا کو ان مہاجرین کو نہ دیتے تو آج ہم انصار کی یہ نوبت نہ آتی کہ مہاجر ہمارے گردنوں پر سوار ہوتے بلکہ ہماری مدد نہ کرنے کی صورت میں اس شہر سے چلے جاتے اور اپنے قبائل سے ملحق ہو جاتے۔

قرآن عبداللہ ابن ابی کی توہین آمیز گفتگو اور اس کی تاکید کہ انصار مہاجرین کی مدد کرنا ترک کر دیں، کا ذکر کرتے ہوئے اضافہ کر رہا ہے کہ آسمان و زمین کے خزائن خدا کے ہاتھوں میں ہے منافقین کے بخل کرنے اور انفاق سے ہاتھ روک لینے سے، کچھ بدلنے والا نہیں ہے۔

۴۔ صاحبان ایمان کی عیب جوئی اور استہزا

منافقین کی اجتماعی خصائص میں سے ایک خصوصیت صاحب ایمان کا استہزا، عیب جوئی اور تمسخر ہے، منافقین سے ایسے افعال کا صدور ان کی ناسالم طبیعت اور روحانی مریض ہونے کی غمازی کر رہا ہے، تمسخر اور عیب جوئی ایک قسم کا ظلم شخصیت پر دست درازی اور انسانی حیثیت کی بے حرمتی ہے، حالانکہ انسان کے لئے اس کی شخصیت و حرمت اور آبرو ہر شی سے عزیز تر ہوتی ہے۔

اشخاص کی تمسخر و عیب جوئی کے ذریعہ رسوائی اور بے حرمتی کرنا، فرد مقابل کے مریض، کینہ پرستی سے لبریز قلب اور پست فطرتی کی علامت ہے، منافقین بھی

اس مرض میں مبتلا ہیں۔

﴿واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزئون﴾ (۱)

جب صاحبان ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اہل ایمان ہیں، اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت اختیار کرتے ہیں تو کہتے ہیں کے ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف صاحبان ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

منافقین جنگوں میں ہر زاویہ سے مومنین پر اعتراض کرتے تھے جو جنگ میں زیادہ حصہ لیتے تھے اور اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے تھے ان کو ریا کاری کا عنوان دیدیتے تھے اور جن کی بضاعت کم تھی اور مختصر مساعدت کرتے تھے، تو ان کا استہزا کرتے ہوئے کہتے تھے لشکر اسلام کو اس کی کیا ضرورت ہے؟!

نقل کیا جاتا ہے ابو عقیل انصاری نے شب و روز کام کر کے دو من خرمے حاصل کئے ایک من اپنے اہل وعیال کے لئے رکھے اور ایک من پیامبر اسلام کی خدمت میں پیش کیا، منافقین ابو عقیل انصاری کے اس عمل پر تمسخر و استہزا میں مشغول ہو گئے، اس وقت ذیل کی آیت کا نزول ہوا۔

﴿الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات و الذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر

....

(۱) سورہ بقرہ/۱۴۔

اللہ منہم و لہم عذاب الیم﴾ ا

جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اور ان غریبوں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے الزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں خدا ان کا بھی مذاق بنادے گا اور اس کے پاس بڑا دردناک عذاب ہے۔

آیت فوق سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین ایک گروہ کی عیب جوئی کرتے تھے اور ایک گروہ کا استہزا و مسخرہ کرتے تھے ان کا استہزا و تمسخر ان افراد کے لئے تھا جو لشکر اسلام کے لئے مختصر اور ناچیز مساعدت کرتے تھے اور عیب جوئی ان اشخاص کے لئے تھی جو وافر مقدار میں نصرت و مدد کرتے تھے پہلی قسم کے افراد کو استہزا کرتے ہوئے بے مقدار و ناچیز مدد کرنے والے القاب سے نوازتے تھے اور دوسری قسم کے اشخاص کو ریاکار سے تعارف کراتے تھے۔

۵۔ تضحیک و خندہ زنی

منافقین کی ایک دوسری اجتماعی رفتار کی خصوصیت تضحیک اور خندہ زنی ہے یعنی جب بھی صاحب ایمان سختی و عسرت میں ہوتے تھے تو منافقین خوشحال ہوتے اور ہنستے تھے اور مومنین کی سرزنش کیا کرتے تھے لیکن جب صاحبان ایمان کو آرام اور آسائش میں دیکھتے تھے تو ناراض اور غمزدہ ہوتے تھے، قرآن مجید چند آیات کے

....

(۱) سورہ توبہ/۷۹۔

ذریعہ منافقین کی اس کیفیت کو بیان کر رہا ہے۔

﴿ان تمسسکم حسنة تسؤهم و ان تصبکم سیئة یفرحوا بها﴾(۱)

تمہیں ذرا بھی نیکی پہنچتی ہے تو وہ ناراض ہوتے ہیں اور تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

﴿وان اصابتکم مصیبة قال قد انعم اللّٰہ علیّ اذا لم اکن معهم شهیدا﴾(۲)

اور اگر تم پر کوئی مصیبت آگئی تو کہیں گے خدا نے ہم پر احسان کیا کہ ہم ان کے ساتھ حاضر نہیں تھے۔

﴿ان تصبک حسنة تسؤهم و ان تصبک مصیبة یقولوا قد اخذنا امرنا من قبل و یتولوا وهم فرحون﴾(۳)

ان کا حال یہ ہیکہ جب آپ تک نیکی آتی ہے تو انہیں بری لگتی ہے اور جب کوئی مصیبت آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا اور خوش و خرم واپس چلے جاتے ہیں۔

منافقین اس عداوت و دشمنی کی بنا پر جو مسلمانوں کے لئے رکھتے ہیں ان کی

---

(۱) سورہ آل عمران/۱۲۰۔

(۲) سورہ نساء/۷۲۔

(۳) سورہ توبہ/۵۰۔

خوش حالی اور آسائش کو دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں لیکن جب صاحب ایمان مصیبت یا جنگ میں گرفتار ہوتے ہیں تو بہت شادمان اور خوش نظر آتے ہیں۔

جب مسلمان تختی و عسرت میں ہوتے ہیں تو ان کی سرزنش کرتے ہیں اور اپنے موقف کو ان سے جدا کر لیتے ہے، اور شکر خدا بھی کرتے ہیں کہ ہم مومنین کے ساتھ (گرفتار) نہیں ہوئے۔

۶۔ کینہ توزی

منافقین، مومنین و اسلامی نظام کی نسبت شدید عداوت و کینہ رکھتے ہیں، کینہ و عداوت کے شعلہ ہمیشہ ان کے دل و قلب میں افروختہ ہیں جو کچھ بھی دل میں ہوتا ہے وہ ان کی زبان و عمل سے ظاہر ہو ہی جاتا ہے خواہ واظہار خفیف ہی کیوں نہ ہو۔

امیر المومنین حضرت امام علیؑ اپنی گران قدر گفتگو میں صراحت کے ساتھ اس باریکی کو انسانوں کے لئے بیان فرماتے ہیں۔

((ما اضمر احد شیئا الا ظهر فی فلتات لسانه و صفحات وجهه))(۱)

انسان جس بات کو دل میں چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی زبان کے بے ساختہ کلمات اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

مذکورہ کلام کی بنیاد پر منافقین جو شدید کینہ و عداوت صاحب ایمان سے

....

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۲۶۔

رکھتے ہیں اس کا مختصر حصہ ہی منافقین کی رفتار وگفتار میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اس باریک مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ منافقین نے اپنے دلوں میں جو مخفی کر رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ان کی رفتار وگفتار میں دیکھا جاتا ہے۔

﴿قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر﴾(۱)

ان کی عداوت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں چھپا رکھا ہے وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔

لہذا منافقین کی رفتار وگفتار کے ظواہر سے اسلامی نظام اور صاحبان ایمان سے عداوت وکینہ کے کچھ بخش وحصہ کی شناخت کی جاسکتی ہے اور یہ آگاہی وشناخت مقدمہ ہے کہ ان سے مبارزہ کیا جاسکے اور اس نوعیت کے دشمنوں کو اسلامی معاشرے سے جدا اور اخراج کیا جاسکے۔

....

(۱) سورہ آل عمران/۱۱۸۔

فصل ششم

منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ وروش

منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ وروش

روشن فکری وافشاگری

منافقین سے مقابلہ ومبارزہ کرنے کی راہ وروش ایک مفصل اورطولانی بحث ہے، یہاں لبطور اجمال اشارہ کیا جارہا ہے، منافقین سے مقابلہ کے طریقوں میں زیادہ وہ طریقے قابل بحث ہیں جومنافقین کے سیاسی وثقافتی فعالیت کومسدود کرسکیں اوران کے شوم اہداف کے حصول کوناکام بناسکیں۔

منافقین سے مقابلہ اورمبارزہ کے سلسلہ میں پہلا مطلب یہ ہے کہ تحریک نفاق، ان کے اہداف نیزان کے طورطریقہ اورروش کے سلسلہ میں روشن فکر ہونا چاہئے، نفاق کے چہروں کا تعارف نیز ان کے اعمال وافعال کا افشا کرنا نفاق و

منافقین سے مقابلے ومبارزے کے سلسلہ میں ایک مؤثر قدم ہو سکتا ہے۔

بطور مقدمہ اس مطلب کی یاد دہانی بھی ضروری ہے کہ دوسروں کے گناہ، اسرار کا افشا اور عیب جوئی کو اسلام میں شدت سے منع کیا گیا ہے۔

بعض روایات واحادیث میں دوسروں کی معصیت وگناہ کو فاش کرنے کا گناہ، اسی معصیت وگناہ کے مطابق ہے، صاحبان ایمان کو نصیحت کی گئی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ خداوند عالم قیامت میں تمہارے عیوب پر پردہ ڈالے رہے تو دنیا میں دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو۔

رسول اکرمؐ ایک سوال کے جواب میں، جس نے سوال کیا تھا ہم کون سا فعل انجام دیں کہ اللہ قیامت میں ہمارے عیوب کو ظاہر نہ کرے، آپ فرماتے ہیں:

((استر عیوب اخوانک یستر اللّٰہ علیک عیوبک))(۱)

اپنے (دینی) برادران کے عیوب کو پوشیدہ رکھو تا کہ اللہ بھی تمہارے عیوب کو پوشیدہ اور چھپائے رکھے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

جو لوگ گناہوں سے محفوظ ہیں اور خدا نے ان کو گناہوں کی آلودگی سے پاک رکھا ہے ان کے شایان شان یہی ہے کہ گناہگاروں اور خطا کاروں پر رحم کریں اور اس حوالے سے خدا کی بارگاہ میں شکر گذار ہوں کیوں کہ ان کا شکر کرنا ہی

---

(۱) میزان الحکمۃ، ج ۷، ص ۱۳۵۔

ان کو عیب جوئی سے محفوظ رکھ سکتا ہے، چہ جائیکہ انسان خود عیب دار ہو اور اپنے بھائی کا عیب بیان کرے اور اس کے عیب کی بنا پر اس کی سرزنش بھی کرے، یہ شخص یہ کیوں نہیں فکر کرتا ہے کہ پروردگار نے اس کے جن عیوب کو چھپا کر رکھا ہے وہ اس سے بڑے ہیں جن پر یہ سرزنش کر رہا ہے اور اس عیب پر کس طرح مذمت کر رہا ہے جس کا خود مرتکب ہوتا ہے اور اگر بعینہ اس گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ہے تو اس کے علاوہ دوسرے گناہ کرتا ہے جو اس سے بھی عظیم تر ہیں اور خدا کی قسم! اگر اس سے عظیم تر نہیں بھی ہیں تو کمتر تو ضرور ہی ہیں اور ایسی صورت میں برائی کرنے اور سرزنش کرنے کی جرأت بہر حال اس سے بھی عظیم تر ہے۔

اے بندہ خدا! دوسرے کے عیب بیان کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے خدا نے اسے معاف کر دیا ہو اور اپنے نفس کو معمولی گناہ کے بارے میں محفوظ تصور نہ کر شاید کے خداوند عالم اسی پر عذاب کر دے ہر شخص کو چاہئے کہ دوسرے کے عیب بیان کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ اسے اپنا عیب بھی معلوم ہے اور اگر عیب سے محفوظ ہے تو اس سلامتی کے شکریہ ہی میں مشغول رہے (۱)

حضرت علیؑ کی فرمائش کے مطابق نہ صرف یہ کہ افراد کو چاہئے کہ اپنے دینی اور انسانی برادران کے اسرار کو فاش نہ کریں اور ان کی بے حرمتی نہ کریں بلکہ حضرت کی فرمائش و نصیحت یہ ہے کہ اگر حکومت بھی، سماج و معاشرہ کے جن افراد کے اسرار و عیوب کو جانتی ہے تو اس کو چاہئے، ان کے عیوب کو پوشیدہ رکھے ان کی خطاوں سے جہاں

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۰، خطبہ طولانی ہونے کی بنا پر عربی عبارت نقل کرنے سے صرف نظر کیا گیا۔

تک ممکن ہے چشم پوشی کرے، حضرت ایک نامہ کے ذریعہ مالک اشتر کو لکھتے ہیں:

((ولیکن ابعد رعیتک منک واشنأهم عندک اطلبهم لمعائب الناس فان فی الناس عیوبا الوالی احق من سترها فلا تکشفنّ عما غاب عنک منها فانّما علیک تطهیر ما ظهر لک واللّٰه یحکم علی ما غاب عنک فاستر العورة ما استطعت یستر اللّٰه منک ما تحبّ ستره من رعیّتک))(۱)

رعایا میں سب سے زیادہ دور اور تمہارے نزدیک مبغوض وہ شخص ہونا چاہئے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے عیوب کو تلاش کرنے والا ہو اس لئے کہ لوگوں میں بہر حال کمزوریاں پائی جاتی ہیں ان کی پردہ پوشی کی سب سے بڑی ذمہ داری، والی پر ہے لہذا خبردار جو عیب تمہارے سامنے نہیں ہے اس کا انکشاف نہ کرنا تمہاری ذمہ داری صرف عیوب کی اصلاح کرنا ہے اور غائبات کا فیصلہ کرنے والا پروردگار ہے جہاں تک ممکن ہو لوگوں کے ان تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو کہ جن کے سلسلہ میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی پروردگار سے تمنا کرتے ہو۔

البتہ گناہ و معصیت کو پوشیدہ رکھنے اور فاش نہ کرنے کا حکم اور دستور وہاں تک ہے جب تک گناہ فردی و شخصی ہو اور سماج و معاشرے یا اسلامی نظام کے مصالح کے لئے ضرر و زیان کا باعث نہ ہو لیکن اگر کسی فرد نے بیت المال میں خیانت کی

....

(۱) نہج البلاغہ، نامہ ۵۳۔

ہے، عمومی اموال وافراد کے حقوق ضائع کیے ہیں یا اسلامی نظام کے خلاف سازش اور فعالیت انجام دی ہے، تو اس کے افعال ورفتار کی خبر دینی چاہیۓ اور اس کو بیت المال کی خیانت وافراد کے حقوق ضائع کرنے کی بنا پر محاکمہ اور سزا دینی چاہیۓ۔

امیر المومنین حضرت علیؑ اپنے تعیین کردہ امراء اور کارندوں کے افعال و رفتار کی تحقیق ونظارت کیلئے بہت سے مقام پر اپنے تفتیش کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے، اور جب کبھی ان کارگزاروں کی طرف سے خطاونافرمانی کی خبر ملتی تھی ان کو حاضر کرکے شدید توبیخ کرتے اور سزا دیتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ بیت المال کے خیانت کاروں اور اموال عمومی کو ضائع کرنے والوں سے قاطعانہ طور پر باز پرس کرتے تھے آپ کے دوران خلافت وحکومت میں یہ مسئلہ بطور کامل مشہود ہے۔

منافقین کے عیوب ومعصیت کے لئے یہ دونوں طریقے یقینی طور پر قابل اجراہیں، اگر ان کے گناہ، فسق وفجور فردی ہیں تو چشم پوشی سے کام لینا چاہیۓ لیکن اگر ان کی سرگرمی وفعالیت دشمن اسلام کے مانند ہوان کا ہدف اسلام اور اسلامی نظام کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنا ہو تو ایسی صورت میں ان کی حرکت کو فاش کرنا چاہیۓ ان کے افراد وارکان کا تعارف کرانا چاہیۓ تاکہ امنیت کا فائدہ اٹھاتے ہوۓ تخریبی حرکتیں انجام نہ دیں، جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا گیا قرآن مجید نے تین سو آیات کے ذریعہ منافقین کی افشاگری کرتے ہوۓ ان کی تخریبی فعالیت کی نشاندہی کی ہے اور ان

کی صفات کو بطور دقیق بیان کیا گیا ہے، نفاق کی تحریک اور منافقین جماعت کی افشا گری چند بنیادی فوائد رکھتے ہیں۔

۱۔منافق جماعت کے ذریعہ فریب کے شکار ہوئے افراد خواب غفلت سے بیدار ہو کر حق کے دامن میں واپس آجائیں گے۔

۲۔دوسرے وہ افراد جو تحریک نفاق سے آشنائی نہیں رکھتے وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور اس کے خلاف موقف اختیار کریں گے ان کے موقف کی بنا پر حزب نفاق کے افراد کنارہ کش اور خلوت نشین ہو جائیں گے۔

۳۔تیسرے منافقین کی جانی امنیت اور مالی حیثیت، افشا گری کی بنا پر خطرہ سے مواجہ ہو جائیں گی اور ان کی فعالیت میں خاصی کمی واقع ہو جائے گی۔

نفاق کے وسائل سے مقابلہ

منافقین سے مقابلہ کے سلسلہ میں دوسرا نکتہ یہ ہے کے نفاق کے وسایل و حربے نیز ان کی راہ وروش کی شناخت ہے، پہلے منافقین کی تخریبی فعالیت کے وسایل اور اہداف کی شناخت ہونا چاہئے پھر ان سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

نفاق کی شناخت کے لئے ضروری ترین امر، ان کی سیاسی وثقافتی فعالیت کی روش اور طریقہ کی شناسائی ہے، یہ شناخت نفاق ستیزی کے لئے بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے کہ جب تک دشمن اور اس کے وسایل وحربے شناختہ شدہ نہ ہوں تو مبارزہ ومقابلہ کی بساط کہیں کی نہیں ہوتی ہے۔

یہاں پر وسائل نفاق سے مقابلہ ومبارزہ کے لئے چند اساسی و بنیادی طریقہ کو بیان کیا جا رہا ہے، البتہ دشمن کے ہجومی اور ہر قسم کے تخریبی حملے سے مقابلہ کے لئے کچھ خاص طریقۂ کار کی ضرورت ہے کہ جس کا یہاں احصا ممکن نہیں۔

ا۔ صحیح اطلاع فراہم کرنا

اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے کے منافقین کا ایک اور حربہ وسیلہ افواہ کی ایجاد ہے، اس حربہ سے مقابلہ کیلئے بہترین طریقۂ کار صحیح اور موقع سے اطلاع کا فراہم کرنا ہے، افواہ پھیلانے والے افراد، نظام اطلاعات کے خلاء سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افواہوں کا بازار گرم کرتے ہیں، اگر اخبار واطلاعات بہ موقع، صحیح اور دقیق، افراد واشخاص اور معاشرے کے حوالہ کی جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ افواہ وشایعات اپنے اثرات کھو بیٹھیں گے۔

امیر المومنین حضرت علی نہج البلاغہ میں حاکموں پر عوام کے حقوق میں سے ایک حق، ملک کے حالات سے عوام کو آگاہ کرنا بتاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

((ألا وانّ لکم عندی ان لا احتجز دونکم سراً الا فی حرب))(۱)

یاد رکھو! مجھ پر تمہارا ایک حق یہ بھی ہے کہ جنگ کے علاوہ کسی بھی موقع پر کسی راز کو تم سے چھپا کر نہ رکھوں.

....

(۱) نہج البلاغہ، نامہ ۵۰۔

مذکورہ کلام میں جنگ کے مسائل و فوجی ونظامی اسرار کا ذکر کسی خصوصیت کا حامل نہیں، صرف یک نمونہ کا ذکر ہے، نظامی اسرار اور اطلاعات کے سلسلہ میں عدم افشا کا معیار معاشرہ اور حکومت کے لئے ایک مصلحت تصور کرنا چاہئے لہذا اسی اصل پر توجہ کرتے ہوئے اور اموی مشینری کی افواہ سازی کے حربہ کو ناکام بنانے کیلئے آپ نے جنگ صفین کے اتمام کے بعد مختلف شہروں میں خطوط بھیجے اور ان خطوط میں جنگ صفین کے تمام تفصیلات بیان کئے، معاویہ اور اس کے افراد کی جنگ طلبی کی وجہ اور علت کو تحریر فرمایا اور دونوں گروہ کے مذاکرات کی تفصیل بھی مرقوم فرمائی (۱)

امام علیہ السلام کے خطوط بھیجنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ امام پیش بینی کر رہے تھے کہ معاویہ اور اس کے افراد افواہوں کا بازار گرم کریں گے مسلمانوں کے درمیان مسموم تبلیغ کے ذریعہ، عمومی افکار کی تخریب کرتے ہوئے علوی حکومت کے خلاف عوام کو ورغلائیں گے لہذا امام نے پہل کرتے ہوئے سریع اور صحیح اطلاعات فراہم کرتے ہوئے لوگوں کے افکار اور قضیہ کے ابہامات روشن کر دیئے۔

مذکورہ مقام کے علاوہ بہت سے ایسے موارد نہج البلاغہ میں پائے جاتے ہیں کہ جسمیں حضرت نے مختلف مواقع پر حکومتی امور کی گزارش عوام کے سامنے پیش کی ہے، اور اس عمل کے ذریعہ بہت سی افواہ و شایعات کو وجود میں آنے سے

(۱) نہج البلاغہ، نامہ ۵۸۔

روک دیا ہے۔

۲۔شبہات کی جواب دہی اور سیاسی و دینی بصیرت کی افزائش

شبہ کا القا ایک دوسری روش ہے جس کے ذریعہ منافقین سوء استفادہ کرتے ہیں ،منافقین کے شبہات کا منطقی اور برمحل جواب دے کران کو خلع سلاح کرتے ہوئے اثرات کو زائل کیا جاسکتا ہے۔

شبہات کے جواب میں منطقی استدلال پیش کرنا ایک ،مکتب فکر کے قدرت مند اور مستحکم ہونے کی اہم ترین علامت ہے، بحمداللہ اسلام کے حیات بخش آئین کو عقل قوی اور فطرت کی پشت پناہی حاصل ہے،اہل نفاق کے اس حربہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ اسلامی مکتب فکر سے عمیق آشنائی رکھتے ہوئے کی ایجاد کردہ شبہات کی شناسائی اوران کے شبہات کو حل کرتے ہوئے ان کو گندے عزائم کی تکمیل وتحصیل سے روکنا چاہئے۔

انسان حق پزیر فطرت وخصلت کے حامل ہیں اگر ہم حق کی صورت کو شفاف پیش کرنے کی کوشش کریں تو وہ حق کے مقابل تسلیم ہوسکتے ہیں، خصوصاً نوجوان افراد جن کے یہاں شناخت کے موانع کمتر اور حقیقت پیدا کرنے کی خواہش شدید تر ہے،وہ حق کو جلد ہی درک کرلیتے ہیں اور حق کے مقابل خاضع ہوجاتے ہیں روایات میں جوانی کے زمانہ کو بالیدگی فکر اور بلند ہمتی کا زمانہ کہا گیا ہے اور تاریخی شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے افراد بنی اسرائیل سے جوان ہی تھے پیامبر عظیم الشان نے بعثت کے آغاز میں، مکہ کے سخت شرائط میں اکثر جوانوں کو ہی

اسلام کی طرف جذب کیا تھا۔

دوسرا اصول اور بنیادی طریقہ جو شبہ کے انعقاد کو روکنے میں مفید ہے سماج ومعاشرہ کی سیاسی و دینی بصیرت کو زیادہ سے زیادہ ارتقاء دیا جائے، اگر تمام افراد اچھی طرح سے دین کی شناخت و پہچان رکھتے ہوں اور ان کے اندر شبہات کی تنقید وتحقیق کی صلاحیت بھی ہو تو منافقین کبھی بھی القاء شبہ کے ذریعہ اہل اسلام کو شک میں نہیں ڈال سکتے ہیں، اور ان کی سازش ابتدائی ہی منزل پر ناکام ہو کر رہ جائے گی۔

اگر معاشرے کے تمام افراد سیاسی بصیرت کے حامل ہوں اور سیاسی حوادث کی تحقیق وتحلیل کی توانائی بھی رکھتے ہیں تو منافق کبھی بھی اپنی سازش وفتنہ گری کے ذریعہ لوگوں کو فریب دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

اگر امیر المومنین حضرت علیؑ کے ساتھ معرکہ صفین میں جنگ کرنے والے سیاسی بصیرت کے حامل ہوتے تو قرآن کو نیزہ پر بلند کئے جانے والے حیلہ اور حربے سے شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے اور معاویہ کی فوج نفاق کے ذریعہ جنگ کو متوقف نہیں کر سکتی تھی۔

معاشرے کے افراد کی دینی وسیاسی بصیرت کی ارتقاء، نفاق اور اس کے مختلف وسایل سے مبارزہ اور مقابلہ کے لئے سب سے بنیادی طریقہ ہے معاشرے میں اگر کافی مقدار میں صاحبان بصیرت کا وجود ہو تو، منافقین کے مختلف حیلہ ومکر کو خنثی اور ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

۳۔ اتحاد و وحدت کا تحفظ

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ وچند احزاب وگروہ کی ایجاد، منافق جماعت کا اصلی حربہ ہے، اس تحریک نفاق سے مقابلہ کرنے کا طریقہ اسلامی معاشرت کی حریم اور اسکی وحدت کی حفاظت کرنا ہے، اگر اہل اسلام خدامحوری کی بنیاد پر حرکت کریں، خودمحوری کو ترک کردیں یقیناً منافقین کا تفرقہ اندازی کا حربہ اپنا اثر کھو بیٹھے گا اسلام کا دستور حبل خدا کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ سے جدا رہنے کا ہے۔

دین اور احکام اسلامی کی حاکمیت کو دل وجان سے قبول کرنا، اسلامی اخلاق و آداب سے خود کو آراستہ کرنا اور خواہشات نفسانی کی پیروی سے پرہیز کرنا وغیرہ ایسے اسباب ہیں کہ جسکی وجہ سے ایک متحد سماج اور منظم معاشرے عالم ظہور میں آسکتا ہے، جب تک اسلامی معاشرے وسماج میں اتحاد وحدت کی ضوفشانی رہے گی ہرگز اسلام کے مخالفین حتی منافقین اپنے اہداف ومقاصد میں ظفریاب نہیں ہوسکتے ہیں۔

وحدت واتحاد کی حفاظت، اختلاف کو ختم کرنے کی جد وجہد قابل قدر و اہمیت کی حامل ہیں، لہذا ہر فرد کا وظیفہ بنتا ہے کہ اپنی توانائی کے اعتبار سے اس کی کامیابی کے لئے سعی وکوشش کرے۔

پیامبر عظیم الشانؐ اکثر موارد میں خود حاضر ہوکر افراد اور قبائل کے مابین اختلاف اور ان کی آپسی دشمنی کو حل وفصل کراتے تھے ان کو دوستی مساوات اور اسلامی اقدار پر گامزن رہنے کے لئے نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

منافقین سے قاطعانہ برتاؤ

منافقین سے مقابلہ کا ایک اور طریقہ ان کے ساتھ قاطعانہ برتاؤ اور غیر مصلحت آمیز سلوک ہے، جب تک منافقین کی جد جہد قیل وقال کے مرحلہ میں ہے اسلامی نظام کو روشن فکری کے ذریعہ سے مقابلہ کرنا چاہئے لیکن جب منافقین تخریبی اعمال وحرکات انجام دینے لگیں تو شدت وقوت سے مقابلہ ہونا چاہئے۔

خداوند عالم آخرت میں منافقین سے قاطعانہ برتاؤ کا اعلان کرتے ہوئے صاحبان ایمان کو بھی ویسے ہی برتاؤ کرنے کا سبق سکھاتا ہے۔

﴿ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار﴾(۱)

بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

اسی بنا خداوند متعال قرآن میں رسول خدا کو خطاب کرتے ہوئے فرما رہا ہے:

﴿یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین و اغلظ علیھم﴾(۲)

پیامبر! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔

کفار کے مقابلہ میں جہاد کا طریقہ کار آشکار ہے، یہ جہاد ہر زاویے سے

....

(۱) سورہ نساء/۱۴۵۔

(۲) سورہ توبہ/۷۳، سورہ تحریم/۹۔

ہے بالخصوص مسلحانہ ہے، لیکن منافقین سے جہاد کا طور وطریقہ مورد بحث ہے اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے کہ پیامبرؐ نے منافقین سے مسلحانہ جنگ نہیں کی تھی۔

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

((ان الرسول اللّٰہ لم یقاتل منافقاً))(۱)

رسول خدا نے منافق سے جنگ نہیں کی تھی۔

منافقین سے جہاد نہ کرنے کی دلیل بھی واضح ہے اس لئے کہ منافقین ظواہر اسلام کا اظہار کرتے تھے لہذا تمام اسلامی آثار وفوائد کے مستحق تھے، گر چہ باطن میں وہ اسلامی آئین کی خلاف ورزی کرتے تھے اسلام کے اظہار کرنے والے سے، کسی کو غیر اسلامی رفتار کرنے کا حق نہیں یعنی منافق کے ساتھ وہ سلوک نہیں ہونا چاہئے جو غیر اسلام (کافر) سے کیا جاتا ہے۔

پیامبر اسلامؐ کے زمانہ میں کسی منافق نے علی الاعلان اسلام کی مخالفت میں پرچم بلند نہیں کیا تھا لہذا پیامبرؐ نے بھی مسلحانہ جنگ انجام نہیں دی تھی۔

لہذا قرآن میں منافق سے جہاد کے دستور کے معنی ومفہوم کو جنگ وجہاد کی دوسری اشکال سے تعبیر کرنا ہوگا جو غیر مسلحانہ ہو، جیسے ان کی سرزنش وتوبیخ کرنا مذمت وتہدید سے پیش آنا، رسوا اور ذلیل کرنا وغیرہ شاید "واغلظ علیھم" کا مفہوم بھی ان ہی قسم کے برتاؤ پر صادق آتا ہو۔

---

(۱) مجمع البیان، ج۱۰، ص۳۱۹۔

البتہ یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ جب تک منافقین کے اندرونی اسرار اور خفیہ پروگرام آشکار نہ ہوں نیز ان کی تخریبی حرکات سامنے نہ آئے تب تک وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں لیکن جب ان کے باطنی اسرار فاش ہوں اور یہ واضح ہو جائے کہ اسلام واسلامی نظام کے سلسلہ میں تخریبی اعمال انجام دینا چاہتے ہیں تو ان کو سرکوب کرنا ضروری ہے خواہ مسلحانہ طریقہ ہی کیوں نہ اپنانا پڑے۔

بہر حال بنی امیہ کی منافق جماعت کے ارکان اور اس کے سرغنہ معاویہ سے امیر المومنین حضرت علی کا برتاؤ اور رویہ مذکورہ آیت کا بہترین مصداق ہے۔

جب تک منافقین کا طرز عمل سخن وگفتگو تک محدود تھا آپ نے کوئی فوجی کاروائی نہیں کی بلکہ صرف گفت وشنود اور مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کا حل تلاش کرتے رہے لیکن جب نفاق حرف وکلام سے آگے بڑھ گیا اور حرب وجنگ کی نوبت آگئی تو آپ قاطعانہ وقہر آمیز برتاؤ سے پیش آئے۔

آپ نے اپنی گفتگو وخطبات کے ذریعہ ان کے افکار ونظریات کو مسمار اور مسلحانہ اقدام کے ذریعہ ان کو ہمیشہ کے لئے ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیا۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین الھم صل علی

محمد و آلہ الطاھرین

وہ مصادر و مآخذ جن سے کتاب ہذا کے مطالب
کو
اخذ کیا گیا ہے

۱۔ قرآن کریم

۲۔ نہج البلاغہ

۳۔ الاحتجاج: مرحوم طبرسی

۴۔ اسد الغابہ: ابن اثیر

۵۔ الاصابۃ: ابن حجر عسقلانی

۶۔ اصول کافی: مرحوم کلینی

۷۔ اعلام الوریٰ: طبرسی

۸۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ: اسد حیدر

۹۔ بحار الانوار: علامہ مجلسی

۱۰۔ تاریخ الامم والرسل: طبری

۱۱۔ تفسیر قرآن: قرطبی

۱۲۔ تفسیر نمونہ: مکارم شیرازی وہمکاران

۱۳۔ تفسیر سورہ توبہ ومنافقون: جعفر سبحانی

۱۴۔ تفسیر المنیر: دکتر وہبۃ زحیلی

۱۵۔تصنیف غرر الحکم: دفتر تبلیغات اسلامی قم

۱۶۔جاذبہ و دافعہ امام علیؑ: شہید مطہری

۱۷۔حدیث الافک: سید جعفر مرتضیٰ

۱۸۔خصال: شیخ صدوق

۱۹۔الدر المنثور: جلال الدین سیوطی

۲۰۔رسالت خواص و عبرتہای عاشورا: سید احمد خاتمی

۲۱۔سفینۃ البحار: شیخ عباس قمی

۲۲۔سیرۃ: ابن ہشام

۲۳۔شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید

۲۴۔شرح نہج البلاغہ: مرحوم خوئی

۲۵۔شیخ فضل اللہ نوری و مشروطیت: رویارویی دو اندیشہ: مہدی انصاری

۲۶۔العقد الفرید: ابن عبد ربہ اندلسی

۲۷۔الغارات: ابو اسحاق ابراہیم بن محمد

۲۸۔غرر الحکم

۲۹۔فتوح البلدان: بلاذری

۳۰۔فروغ ابدیت: جعفر سبحانی

۳۱۔قاموس الرجال: تستری

۳۲۔کلمات قصار، پندہا و حکمتہا، گزیدہ سخنان امام خمینیؒ

۳۳۔لسان العرب: ابن منظور

۳۴۔مجمع البیان: طبرسی

۳۵۔مجموعہ ورام

۳۶۔المحجۃ البیضاء: فیض کاشانی

۳۷۔مروج الذہب: مسعودی

۳۸۔مسالہ نفاق: شہید مطہری

۳۹۔مستدرک الوسائل: محدث نوری

۴۰۔المصباح المنیر: فیومی

۴۱۔ملل ونحل: شہرستانی

۴۲۔منشور جاوید قرآن: جعفر سبحانی

۴۳۔مواہب الرحمان: سید عبدالاعلی سبزواری

۴۴۔میزان الحکمہ: محمدی ری شہری

۴۵۔نظریہ المعرفۃ: جعفر سبحانی

۴۶۔النہایۃ: ابن اثیر

۴۷۔نہضتہای اسلامی در صد سال اخیر: شہید مطہری

۴۸۔نور الثقلین: جمعۃ العروسی الحویزی

۴۹۔وسائل الشیعہ: شیخ حر عاملی

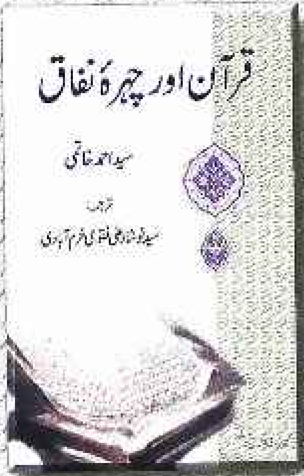

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام
www.ahl-ul-bayt.org
ISBN 964-529-036-8
9789645290366